# غیر انبیاء و ملائکہ کے ساتھ علیہ السلام لکھنا

مفسرِ اعظم پاکستان، شیخ الحدیث والقرآن، پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت
مُفتی محمد فیض احمد اُویسی رضوی نور اللہ مرقدہٗ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡكَ یَا رَحۡمَۃً لِّلۡعَالَمِیۡنَ ﷺ

# ”کراھۃ علیہ الصلوٰۃ والسلام علیٰ غیر الانبیاء والملائکہ علیہم السلام“

المعروف

# غیر انبیاء وملائکہ کے لئے علیہ السلام

از

شمس المصنفین، فقیہ الوقت، فیضِ ملّت، مُفسرِ اعظم پاکستان

حضرت علامہ ابوالصالح مفتی محمد فیض احمد اُویسی رضوی نور اللہ مرقدہٗ

# پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

الحمدللّٰہ رب العلمین و الصلوٰۃ و السلام علی سید المرسلین

محمد و الہ و اصحابہ اجمعین

**امابعد!** ہمارے دور میں یہ مرض عام ہے کہ سیدنا علی المرتضٰی وحسنین کریمین وسیدہ فاطمہ ودیگر آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے افرادِ کریمہ کے علاوہ سابقہ انبیاء علیہم السلام کی بعض اہل پر لفظ ''علیہ السلام'' کا استعمال کرتے ہیں عوام کے علاوہ واعظین ومقررین کی عام عادت بن گئی ہے شیعہ فرقہ کی دیکھا دیکھی یہ مرض بڑھ رہا ہے۔ اہل سنت علمائے کرام کے دوگروہ ہیں۔

(۱) مجوزین (جائز کہنے والے) یہ بہت تھوڑے ہیں۔

(۲) غیر مجوزین (ناجائز کہنے والے) فقیر اُویسی غفرلہ اوراس کے اکابر صالحین علماء ومشائخ محققین کا یہی دوسرا موقف مختار ہے۔ یہ مسئلہ چنداں اہم بھی نہیں مجوزین بھی اس کا اطلاق ضروری نہیں سمجھتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی ایسا کہہ دے تو حرج نہیں اور غیر مجوزین بھی کہنے والے کو مجرم یا گنہگار نہیں سمجھتے صرف مکروہ تنزیہی کہتے ہیں اور مکروہ تنزیہی کا ارتکاب گناہ بھی نہیں۔ بہتری اسی میں ہے کہ ایسا اطلاق نہ ہو بلکہ عادت ختم کردی جائے تا کہ مذہب شیعہ سے تشابہ اوراس کی ترویج نہ ہو۔

## ﴿سببِ تالیف﴾

فقیرکواس رسالہ کے لکھنے کی ضرورت نہ تھی لیکن جب دیکھا کہ یہ مرض بڑھتا جا رہا ہے اور ایک فاضل نے اس کے جواز پر رسالہ لکھ کر مرض کو تقویت پہنچائی اور بزعم خویش تحقیق کا حق ادا کر دیا چنانچہ سرورق (ٹائٹل) پر یہ الفاظ چسپاں فرمائے۔

اہلِ بیت اطہار کے لئے استعمال ''علیہ السلام'' کے جواز کی بے نظیر تحقیق

اور اپنے القاب یوں لکھوائے

**حامی سنت ماحی بدعت سید المحققین سند المدققین حضرت علامہ مولانا مفتی**

پھر غیر مجوزین پر نازیبا الفاظ بھی خوب لکھے۔ اس کی اس حرکت سے اُس کے اپنے دوست بھی ناخوش ہوئے لیکن چونکہ وہ رسالہ اہل سنت میں سے شائع ہوا اسی لئے عوام اہل سنت کو دھوکہ سے بچانے اور حقیقت واضح کرنے کے لئے یہ رسالہ لکھا اور اس کا نام رکھا

''کراھة علیہ الصلوٰة والسلام علیٰ غیر الانبیاء والملائکہ علیھم السلام''

وماتوفیقی الا باللہ العلی العظیم

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الکریم الامین وعلیٰ الہ واصحابہ اجمعین

محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

۱۳ شوال المکرّم ۱۳۸۰ھ

حامد آباد، ضلع رحیم یار خان

# مقدمہ

(۱)ائمہ کرام ومشائخ وعلماء وعظام کی تصریحات موجود ہیں (ان پر مجوزین کو اعتماد ہے) وہ فرماتے ہیں کہ حضراتِ حسنین رضی اللہ عنہما کے اسماء گرامی کے بعد دعائیہ جملہ رضی اللہ عنہ لکھنا (پڑھنا) چاہیے۔ علیہ السلام لکھنا اور پڑھنا ٹھیک نہیں۔ائمہ اہل سنت نے اہل بیت اطہار کے لئے علیہ السلام کی تخصیص نہیں کی۔علمائے اسلام نے اپنی تالیفات میں اسے واضح اور بہترین طریق سے بیان فرمایا ہے چند تصریحات آگے چل کر ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) اسمائے گرامی کے بعد تعظیمی یا دعائیہ جملوں کا استعمال جیسے ''صلی اللہ علیہ وسلم'' یا ''علیہ الصلوٰۃ والسلام'' یا ''علیہ السلام'' یا ''رضی اللہ عنہ'' یا ''غفراللہ لہ'' کہاں درست ہوسکتا ہے۔کسی اُمتی کے نام کے بعد ایسے جملے لکھے جاسکتے ہیں یا نہیں اور نبی کے نام کے بعد کوئی لکھ سکتا ہے ''رسول اللہ محمد عزوجل'' قیاس کا تقاضہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،

وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ

**ترجمہ**: اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو۔(پارہ۲۶،سورۃ الفتح،ایت۹)

اوراسی طرح امتی کے نام کے بعد کوئی لکھ سکتا ہے۔حضرت علی یا حضرت ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم۔کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

هُوَ الَّذِىْ يُصَلِّىْ عَلَيْكُمْ

**ترجمہ**: وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر۔(پارہ۲۲،سورۃ الاحزاب،ایت۴۳)

ای یصلی علی المؤمنین

اوراس کا ارشاد ہے، اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ

**ترجمہ**: یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی دُرودیں ہیں اور رحمت۔(پارہ۲،سورۃ البقرۃ،ایت ۱۵۷)

ای علی المؤمنین صلوات

وغیرہ وغیرہ۔قیاس تو چاہتا ہے کہ من حیث المعنی اگر چہ اس طرح پر دعائیہ جملوں کا استعمال کیا جاسکتا ہے لیکن ہم اپنے قیاس کے بجائے یہ دیکھیں گے کہ سلف صالحین کا کیا طریقہ رہا ہے۔کیا اُس مبارک دور میں کسی نے کہا ہے ''قال النبی یا قال الرسول عزوجل'' یا ''قال ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم'' یا ''قال علی صلی اللہ علیہ وسلم'' وغیرہ وغیرہ۔جہاں تک میرے مطالعہ کا تعلق ہے کسی نے نہیں لکھا اور نہ ہی ایسے جواز کی جرأت کی ہے۔

**بدعتِ شیعہ**: اس طریقہ کا آغاز رافضیہ شیعہ (فرقہ) نے کیا ہے کہ حضرت علی وحسنین کریمین رضی اللہ عنہم کو انبیاء کے ساتھ شریک کیا ہے۔ (شفاء شریف)

شیعہ فرقے کے نزدیک ائمہ کرام حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا باقی تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں۔ (حیات القلوب)

جب ان کا یہ عقیدہ ہے تو پھر وہ صلوٰۃ علے الائمہ کے اطلاق سے کیسے پیچھے رہ سکتے تھے لیکن اہل سنت کو تو ایسی جرأت نہیں کرنی چاہیے۔

ہمارے دور کے محقق صاحب فرماتے ہیں ''فقیر کے مسلک میں غیر انبیاء و ملائکہ پر سلام کا بالاستقلال اطلاق جائز و درست ہے ہاں صلاۃ کا ناجائز و مکروہ ہے۔'' (پمفلٹ، صفحہ ۴)

(۱) حضرت الامام القاضی عیاض صاحب الشفاء رحمۃ اللہ نے اپنی مشہور تالیف ''شفاء شریف'' میں تحریر فرمایا،

وَالَّذِي ذَهَبَ إِلَيْهِ الْمُحَقِّقُونَ وَأَمِيلُ إِلَيْهِ مَا قَالَهُ مَالِكٌ وَسُفْيَانُ رَحِمَهُمَا اللَّهُ.

وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَاخْتَارَهُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْفُقَهَاءِ وَالْمُتَكَلِّمِينَ أَنَّهُ لَا يُصَلَّى عَلَى غَيْرِ الْأَنْبِيَاءِ عِنْدَ ذِكْرِهِمْ ..بَلْ هُوَ شَيْءٌ يَخْتَصُّ بِهِ الأنبياء تَوْقِيرًا وَتَعْزِيزًا، كَمَا يُخَصُّ اللَّهُ تعَالَى عِنْدَ ذِكْرِهِ بِالتَّنْزِيهِ وَالتَّقْدِيسِ وَالتَّعْظِيمِ وَلَا يُشَارِكُهُ فِيهِ غَيْرُهُ.

كَذَلِكَ يَجِبُ تَخْصِيصُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وسلم وسائر الأنبياء بالصلاة والتسليم، ولا يشارك فِيهِ سِوَاهُمْ، كَمَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ بِقَوْلِهِ: ''صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيماً'' ..وَيُذْكَرُ مَنْ سِوَاهُمْ مِنَ الْأَئِمَّةِ وَغَيْرِهِمْ بِالْغُفْرَانِ والرضى.

كَمَا قَالَ تَعَالَى: [يَقُولُونَ: رَبَّنَا اغْفِرْ لَنا وَلِإِخْوانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونا بِالْإِيمَانِ.]

وَقَالَ: [وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُم]

وَأَيْضًا فَهُوَ أَمْرٌ لَمْ يَكُنْ مَعْرُوفًا فِي الصَّدْرِ الْأَوَّلِ كَمَا قَالَ أَبُو عِمْرَانَ، وَإِنَّمَا أَحْدَثَهُ الرَّافِضَةُ وَالْمُتَشَيِّعَةُ فِي بَعْضِ الْأَئِمَّةِ فَشَارَكُوهُمْ عِنْدَ الذِّكْرِ لَهُمْ بِالصَّلَاةِ، وَسَاوَوْهُمْ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذَلِكَ، وَأَيْضًا فَإِنَّ التشبه بِأَهْلِ الْبِدَعِ مَنْهِيٌّ عَنْهُ، فَتَجِبُ مُخَالَفَتُهُمْ فِيمَا التزموه مِنْ ذَلِكَ

وقال القاضی بعد اسطر ۔ظَفَّرِ الْإِسْفَرَائِينِيِّ مِنْ شُيُوْخِنَا وَبِهِ قَالَ أبو عمر بن عبد البر [1]

[1] (الشفاء بتعریف حقوق المصطفی،الْبَابُ الرَّابِعُ فِي حُكْمِ الصَّلَاةِ عَلَيْهِ وَالتَّسْلِيمِ وفرض ذلك وفضيلته وفيه عشرة فصول،الفصل الثامن اِلِاخْتِلَافِ فِي الصَّلَاةِ عَلَى غَيْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَليه وَسَلَّمَ وَسَائِرِ الْأَنْبِيِا عَلَيهِمُ السَّلَام،جلد۲، صفحہ۱۹۳-۱۹۲،دارالفیحاء،عمان)

**ترجمہ**: یعنی جدھر قاضی (مؤلف شفاء) کا میلان ہے اور جدھر محققین گئے ہیں وہ،وہ ہے جو کہ مالک اور سفیان کا قول ہے اور جو کہ ابن عباس سے مروی ہے اور جس کو کسی ایک نے نہیں کہا بلکہ بہت سے فقہاء اور متکلمین نے اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ دوسرے حضرات کے تذکرے کے وقت صلی اللہ علیہ وسلم نہ کہے۔انبیاء علیہم السلام کی جس توقیر وتعظیم کا حکم ہے اس کے پیش نظر انبیاء علیہم السلام کے اسمائے گرامی کے ساتھ یہ دعائیہ جملہ ایسے ہی مخصوص ہو گیا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے نام مبارک کے ساتھ تنزیہ،تقدیس اور تعظیم کے الفاظ مخصوص ہیں مثلاً (عزوجل،سبحانہ وتعالیٰ وتقدیس) تقدیس وتنزیہ کے ان جملوں میں کسی اور کو شریک نہیں کیا جاسکتا ہے۔اسی طرح صلوٰۃ وسلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات انبیاء کے ساتھ مخصوص ہے۔صلوٰۃ وسلام میں انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی اور کو شریک نہیں کیا جاسکتا ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،''صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيمًا ''﴿**ترجمہ**:ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔(پارہ۲۲،سورۃ الاحزاب، ایت۵۶)﴾حضرت جل مجدہ نے انبیاء علیہم السلام کے علاوہ اور ائمہ وغیرہ کے لئے ''غفر'' اور ''رضی'' کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ارشادِ خداوندی ہے،يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ﴿**ترجمہ**:عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔(پارہ۲۸،سورۃ الحشر،ایت۱۰)﴾

نیز ارشادِ ربانی ہے،وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴿**ترجمہ**:اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔(پارہ۱۱،سورۃ التوبۃ،ایت۱۰۰)﴾

اس کے علاوہ اس وجہ سے بھی یہ قول مختار ہے کہ صدر اول میں یہ طریقہ (غیر انبیاء کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا) معروف نہ تھا اس طریقہ کی ایجاد رافضہ اور متشیعہ نے بعض ائمہ کے متعلق کی ہے (شرح شفاء میں بعض ائمہ سے حضرت علی اور حضرات حسنین مراد ہیں) قاضی صاحب فرماتے ہیں روافض اور متشیعہ نے بعض ائمہ کو انبیاء کے ساتھ صلوٰۃ میں شریک کر دیا ہے اور

[1] (الشفاء بتعریف حقوق المصطفی،الْبَابُ الرَّابِعُ فِي حُكْمِ الصَّلَاةِ عَلَيْهِ وَالتَّسْلِيمِ وفرض ذلك وفضيلته وفيه عشرة فصول،الفصل الثامن اِلِاخْتِلَافِ فِي الصَّلَاةِ عَلَى غَيْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَليه وَسَلَّمَ وَسَائِرِ الْأَنْبِيِا عَلَيهِمُ السَّلَام،جلد۲، صفحہ۱۹۳-۱۹۲،دارالفیحاء،عمان)

اس طرح فعل ہذا میں ائمہ کو نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مساوی کر دیا گیا ہے اور اس وجہ سے یہ قول (غیر انبیاء کے ساتھ صلوٰۃ وسلام نہ لکھنا) اختیار کیا گیا ہے کہ اہل بدعت سے تشبیہ ممنوع ہے یعنی اہل بدعت جس امر کا التزام کریں اس کی مخالفت لازم ہے اور پھر چھ سطر کے بعد لکھا ہے میرے اساتذہ میں سے امام سفرائنی نے اسی کو اختیار کیا ہے اور یہی حافظ عمر بن عبدالبر کا قول ہے۔آھ

(۲) حضرت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے،

حقق بعضهم فقال ماحاصله مع زيادة عليه السلام الذى يعم الحى و الميت هو الذى يقصد به التحية كالسلام عند تلاق أو زيارة قبر وهو مستدع للرد وجوب كفاية أوعين بنفسه فى الحاضر ورسوله أو كتابه فى الغائب، وأما السلام الذى يقصد به الدعا ء منا بالتسليم من الله تعالىٰ على المدعو له سواء كان بلفظ غيبة أو حضور فهذا هو الذى اختص به صلى الله عليه وسلم عن الأمة فلا يسلم على غيره منهم الا تبعا كما أشار اليه التقى السبكي فى شفاء الغرام، وحينئذ فقد أشبه قولنا عليه السلام قولنا عليه الصلوٰة من حيث ان المراد عليه السلام من الله تعالىٰ ففيه اشعار بالتعظيم الذى فى الصلاة من حيث أن المراد عليه السلام من اللّٰه تعالى، ففيه اشعار بالتعظيم الذى فى الصلاة من حيث الطلب لأن يكون المسلم عليه الله تعالىٰ كما فى الصلاة وهذا النوع من السلام هو الذى ادعى الحليمى كون الصلاة بمعناه انتهى۔ [۲]

**ترجمہ:** سلام کے مسئلہ میں بعض فضلاء نے تحقیق کی ہے میں ان کے کلام کا خلاصہ مع کچھ اضافہ کے لکھتا ہوں۔سلام دوطرح کا ہوتا ہے ایک سلام تحیۃ ہے جو آنے والا پیش کرتا ہے خواہ زندہ کو پیش کرے یا صاحب قبر کو۔اگر زندہ کو پیش کرے تو اس کا جواب واجب ہے۔اگر جماعت کو پیش کیا ہے تو وجوب کفائی ہے۔ایک کا جواب سب کی طرف سے کفایت کرتا ہے اور اگر کسی فرد کو خود جا کر سلام کیا ہے یا کسی کے ذریعہ سے اس کو سلام کا تحیہ ارسال کیا ہے یا خط میں سلام لکھا ہے تو اُس شخص پر جواب واجب ہے جس کو سلام کیا ہے یا کہلایا ہے یا لکھا ہے اور دوسرا سلام یہ ہے کہ سلام کرنے والا اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ وہ اپنا سلام اس بندہ پر نازل فرمائے اس کے لئے غائب کرنے والا اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ وہ اپنا سلام اس بندہ پر نازل فرمائے اس کے لئے غائب کا صیغہ استعمال کرے مثلاً سلم اللہ

[۲] (تفسیر روح المعانی للآلوسی، جلد۱۱،صفحہ۲۶۲،سورۃ الاحزاب،الآیات ۵۵ الی ۷۳،دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

علیہ یاسلام اللہ علیہ یا حاضر کااللھم سلم علیہ۔ یہ سلام جوکہ دعا ہے حضرت ﷺ اور حضراتِ انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے۔اُمتیوں سے اس کا تعلق نہیں ہے ہاں تبعاً اور ضمنی طور پر اُمتی کا ذکر کیا جاسکتا ہے جیسے حضرت محمد ﷺ اوران کی آل اوران کے اصحاب پر اللہ کا سلام ہو۔یہی بات علامہ تقی الدین سبکی متوفی ۷۵۶ھ نے شفاء الغرام میں لکھی ہے،اندریں احوال جب ہم علیہ السلام کہتے ہیں تو اس کا مطلب وہی ہے جو علیہ الصلوٰۃ کہنے کا ہے۔اس میں بھی وہی تعظیم پائی جاتی ہے جو علیہ الصلوٰۃ میں ہے۔علامہ حلیمی نے اسی سلام کے متعلق دعویٰ کیا ہے کہ یہ سلام بمعنی صلاۃ ہے۔

علمائے اعلام اعلی اللہ درجاتہم نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،

لَا تَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَيۡنَكُمۡ كَدُعَآءِ بَعۡضِكُمۡ بَعۡضًا ؕ

**ترجمہ**: رسول ﷺ کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالوجیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔

(پارہ ۱۸،سورۃ النور،ایت ۶۳)

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ عرب آپ کو یا محمد اور یا ابا القاسم کہہ کر آواز دیا کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے منع کیا کہ یہ طریقہ خلافِ ادب ہے۔تم جب بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوتو باادب یا نبی اللہ اور یارسول اللہ کہہ کر آپ کو اپنی طرف متوجہ کرو۔اللہ تعالیٰ آپ کی تعظیم اور توقیر کرنے کی ہدایت کرتا ہے اس کا ارشاد ہے،

وَتُعَزِّرُوۡهُ وَتُوَقِّرُوۡهُ (پارہ ۲۶،سورۃ الفتح،ایت ۹)

**ترجمہ**: اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو۔

خلیفہ ابوجعفر منصور عباسی مسجد شریف نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں بلند آواز سے باتیں کرتے ہوئے داخل ہوئے۔امام دارالہجرۃ مالک بن انس وہاں بیٹھے تھے اُنہوں نے خلیفہ سے کہا یہ مقامِ ادب ہے یہاں اپنی آواز بلند نہ کرو۔خلیفہ نے دریافت کیا کس وجہ سے؟امام مالک نے سورۂ حجرات کی چار آیتیں ازاول تلاوت کیں اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس طرح آپ کا ادب کرنا سکھایا ہے کہ جولوگ رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنی آواز کو پست رکھتے ہیں یہ وہ سعادت مند افراد ہیں جن کے دلوں کو اللہ جل شانہ وعم احسانہ نے پرہیزگاری اور تقویٰ کے واسطے جانچ لیا ہے۔وہ ان کو بخشتا ہے اوران کی غلطیوں اور لغزشوں کو معاف کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ باادب رہنے پر اپنی عظیم نوازشیں کرتا ہے۔

ابن مسعود کے ارشاد کو ابن ماجہ نے نقل کیا ہے کہ اے لوگو جب تم درود شریف کا تحفہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کرو تو اچھے الفاظ سے پیش کرو اور کہو اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلَاتَكَ، وَرَحْمَتَكَ، وَبَرَكَاتِكَ عَلَى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ، وَإِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ، وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ، مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ، إِمَامِ الْخَيْرِ، وَقَائِدِ الْخَيْرِ، وَرَسُولِ الرَّحْمَةِ، اَللّٰھُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا، يَغْبِطُهُ بِهِ الْأَوَّلُوْنَ وَالْآخِرُوْنَ الخ [۳]

جو ادب آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں آپ کے حضور میں کیا جاتا تھا وہی ادب آپ کی وفات کے بعد آپ کا ہے۔ علماء نے فرمایا ہے اگر آپ کو آواز دینے کے وقت مراعاتِ ادب کا تقاضہ یہ ہے کہ آپ کو مخصوص الفاظ اور القاب سے یاد کیا جائے تو آپ پر درود و سلام پیش کرتے وقت بھی از روئے مراعات ادب لازم ہے کہ درود و سلام کے الفاظ مخصوص ہوں اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے "صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا" (پارہ۲۲،سورۃ الاحزاب،ایت ۵۶) کی تعلیم دی ہے لہٰذا ان مبارک الفاظ کو آپ کے ساتھ مخصوص رکھنا چاہیے۔

علامہ قاضی عیاض متوفی ۵۴۴ھ نے حضرت علی و حضراتِ حسنین اور بعض دیگر افراد اہل بیت اطہارِ نبوی رضی اللہ عنہم اجمعین کے اسمائے گرامی کے ساتھ علیہ الصلوٰۃ والسلام یا علیہ السلام کہنے اور لکھنے کی وجہ بیان کر دی ہے یہ عمل روافض اور متشیعہ کا ہے۔ صدرِ اول میں اس کا وجود نہ تھا زمانہ حاضر کے ایک شیعی مجتہد کے قول سے اس کی تصدیق ہو گئی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس عاجز سے فرقہ اثنا عشریہ کے مجتہد سید مجتبیٰ حسن صاحب نے کہا کہ یہ بارہ افراد امام ہیں ان کی امامت وہ نہیں جو ائمہ مجتہدین کی ہے بلکہ یہ وہ امامت ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے عنایت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، وَ اِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا

**ترجمہ**: اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے کچھ باتوں سے آزمایا تو اس نے وہ پوری کر دکھائیں فرمایا میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔ (پارہ۱،سورۃ البقرۃ،ایت ۱۲۴)

یہ امامت مقامِ نبوت کا اعلیٰ مرتبہ ہے۔ یہ بارہ افراد سید الانبیاء ﷺ کی نبوت کے حلقات بھی بالیقین تمام انبیاء ماسبق سے افضل ہیں اور ان حلقاتِ نبوت کی امامت بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی امامت سے افضل ہے۔ یہ بارہ افراد انبیاء ہیں اور اسی وجہ سے ان کے اسمائے گرامی کے ساتھ علیہ السلام کا استعمال عام ہے۔ اَسْتَغْفِرُ اللہَ رَبِّیْ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ۔

---

[۳] (سنن ابن ماجہ، كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها ،باب الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم ،جلد۱،صفحہ۲۹۳،حدیث ۹۰۶، دار احیاء الکتب العربیۃ)

بہرحال یہ قول اور عقیدہ شیعی مجتہدین اور روافض کا ہے۔اس نازک موقع پر تفسیر عزیزی کے ایک نکتہ کا نقل کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے تفسیرِ عزیزی میں ازسورۂ بقرہ آیت،وَلَكُمْ فِى الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ إِلٰى حِيْنٍ (پارہ ۱،سورۃ البقرۃ،ایت ۳۶)﴿ترجمہ: اور تمہیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور برتنا ہے۔﴾ کے بیان میں لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے برائے طلبِ مغفرت یہ الفاظ فرمائے "أَسْأَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ إِلَّا غَفَرْتَ لِي" اور پھر لکھا ہے کہ فقہائے کرام نے بحق فلان کہہ کر دعا کرنے کو مکروہ لکھا ہے۔اس کے بعد آپ نے مکروہ قرار دینے کی وجہ بیان کی ہے کہ معتزلہ کے مذہب میں بندے کا عمل بندے کی پیداوار ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کے عمل کا اجر مقرر کیا ہے۔یہ اجر بندے کا حق ہے ایسا حق جو کہ حقیقی ہے اور اہل سنت کے نزدیک کیا بندہ اور کیا اس کا عمل سب اللہ کی مخلوق ہے۔اللہ نے اگر اس کے عمل پر اجر دینے کو کہا ہے تو یہ اس کا کرم ہے اور اس کی بندہ پروری ہے اور یہ حق تفضلی اور تکرمی ہے۔ ۴

فقہائے کرام کے زمانہ میں معتزلہ کا مذہب بہت رائج تھا۔اس لئے فقہاء نے اس لفظ کے استعمال سے منع کیا تاکہ عوام اور کم علم افراد اعتزال کا شکار نہ ہوں اور چونکہ اب معتزلہ کا مذہب پارہ ہائے اوراق تک محدود ہو کر رہ گیا ہے لہٰذا اس لفظ کے استعمال سے جو ممانعت داخل ہوئی تھی وہ اب باقی نہ رہی ہے بحق فلان کہہ کر دعا کرنی جائز ہے۔

اگر بعض علماء کی تحقیق برائے غیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام یا علیہ السلام یا علیہ الصلوٰۃ کو جائز قرار دیتی ہے اور ان کے قول پر کوئی عمل کرتا ہے تو وہ پہلے ان دو حضرات کے ساتھ اس کا استعمال کرے جو اہلسنت کے نزدیک شیعانِ اہل بیت اطہار کے بارہ اماموں سے بالاتفاق افضل ہیں اور وہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔مجوزین نے اگر جواز کا بیان کیا ہے تو تمام صحابہ وعلماء وصلحاء کے لئے کیا ہے صرف اہل بیت اطہار کے بارہ افراد کے لئے نہیں کیا گیا ہے۔

(۳)ابن کثیر نے لکھا ہے، قَالَ أَبُو بَكْرٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ أَوْ قَالَ عَلِيٌّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ، وَإِنْ كَانَ الْمَعْنَىٰ صَحِيْحًا (اِبنِ کثیر) ۵

یعنی تو قال ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم اور قال علی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہا جائے گا اگرچہ معنی صحیح ہیں۔

---

۴ (جواھرِ عزیزی اُردو ترجمہ تفسیر مظہری، پارہ ۱،سورۃ بقرہ،جلد ۱،صفحہ ۳۷۴،نوریہ رضویہ پبلی کیشنز)

۵ (تفسیر ابنِ کثیر، پارہ ۶،سورۃ الاحزاب،آیت ۵۶،جلد ۶،صفحہ ۴۲۲،دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

کبیری شرح منیہ،صفحہ۳ پر ہے، ان الصلاۃ وان کانت الدعاء بالرحمۃ وھو جائز لکل مسلم لکن صارت مخصوصۃ فی لسان السلف بالانبیاء والملا ئکۃ کما ان لفظ عزوجل و نحوہ مخصوص باللّٰہ تعالیٰ فکما لایقال محمد عزوجل ان وان کان عزیزا جلیلالایقال ابوبکر أو علی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وان کان معناہ صحیحا۔ [۶]

یعنی صلاۃ اگرچہ دعا بالرحمۃ ہے جو کہ ہر مسلمان کے لئے جائز ہے لیکن اسلاف کے ہاں صلاۃ انبیاء وملائکہ کے ساتھ خاص ہے جس طرح لفظ عزوجل اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے تو جس طرح محمد عزوجل نہیں کہا جا سکتا اگرچہ حضور عزیز وجلیل ہیں۔اسی طرح ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہیں کہا جا سکتا اگرچہ اس کے معنی بالکل صحیح ہیں۔

**فائدہ:** تفسیر بیضاوی وغیرہ دسیوں کتب اعلام میں ایسی ہی عبارتیں موجود ہیں جس سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوتا ہے کہ لغوی طور پر اس کا اطلاق غیر انبیاء وملائکہ پر بھی درست ہے مگر اطلاقات شرع اور لسان سلف میں یہ لفظ انبیاء وملائکہ کے ساتھ مختص ہوا۔صلاۃ کے بارے میں جو مسلک مذکور ہوا یہ جمہور کا ہے ائمہ ثلاثہ کا ہے۔مگر امام ہمام احمد بن حنبل کا اس میں اختلاف ہے۔آپ فرماتے ہیں کہ لفظ صلاۃ کا اطلاق بالاستقلال غیر انبیاء پر بھی جائز ہے۔ آپ کی دلیل وہ حدیث ہے جو صحیح بخاری پر مذکور ہے،

عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَتِهِمْ، قَالَ: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ فُلاَنٍ، فَأَتَاهُ أَبِي بِصَدَقَتِهِ، فَقَالَ: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ أَبِي أَوْفَى [۷]

یعنی حضرت عبداللہ بن ابی اوفی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی قوم اپنا صدقہ لاتی تو آپ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ فُلاَنٍ فرماتے پس میرا باپ بھی آپ کی خدمت میں اپنا صدقہ لایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ أَبِي أَوْفَى

جمہور کا جواب یوں دیتے ہیں کہ یہ حضور کا حق اور مرتبہ رسالت بلند وبالا ہے جس پہ چاہیں تفضّل فرمادیں۔یہ بارگاہ نبوی کا انعام ہے جس کے لئے چاہیں عطا فرمائیں ہمیں اس میں تصرف کا اختیار نہیں۔علامہ عینی اس حدیث کے تحت عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری پر فرماتے ہیں، احْتج بِالْحَدِيْثِ الْمَذْكُور من جوز الصَّلَاة

---

[۶] (غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی (حلبی کبیر)،صفحہ۳،مطبوعہ عارف افندی)

[۷] (صحیح البخاری،کتاب الزکوۃ،باب صلاۃ الامام،ودعائہ لصاحب الصدقۃ،جلد۲،صفحہ۱۲۹،حدیث ۱۴۹۷،دار طوق النجاۃ)

عَلَى غَيْرِ الْأَنْبِيَاء، عَلَيْهِم الصَّلَاة وَالسَّلَام، بالاستقلال وَهُوَ قَول أَحْمد أَيْضا .وَقَالَ أَبُو حنيفَة وَأَصْحَابه وَمَالك وَالشَّافِعِي وَالْأَكْثَرُونَ :إِنَّه لَا يُصَلِّي على غير الْأَنْبِيَاء، عَلَيْهِم الصَّلَاة وَالسَّلَام اسْتِقْلَالا، فَلَا يُقَال :اللَّهُمَّ صل على آل أبي بكر وَلَا على آل عمر أَو غَيرهمَا، وَلَكِن يصلى عَلَيْهِم تبعا .وَالْجَوَاب عَن هَذَا أَن هَذَا حَقه، عَلَيْهِ الصَّلَاة وَالسَّلَام، لَهُ أَن يُعْطِيه لمن شَاءَ، وَلَيْسَ لِغَيْرِه ذَلِك [8]

یعنی حدیث مذکور سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جو غیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بالاستقلال صلاۃ کو جائز کہتے ہیں۔امام احمد کا بھی یہی قول ہے امام ابو حنیفہ ان کے متبعین، امام مالک، امام شافعی اور اکثر ائمہ دین فرماتے ہیں کہ غیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بالاستقلال صلاۃ نہیں کہہ سکتے پس اللھم صل علیٰ آل ابی بکر اور اللھم صل علیٰ آل عمر وغیرہ نہیں کہہ سکتے۔ہاں ان پر تبعاً صلاۃ کہہ سکتے ہیں اور حدیث مذکور کا یہ جواب ہے کہ صلاۃ حضور کا حق ہے جسے چاہیں عطا فرما دیں آپ کے غیر کو یہ اختیار نہیں۔

(۴)تفسیرِ بیضاوی میں ہے، وتجوز الصلاۃ علیٰ غیرہ(ای النبی ﷺ) تبعا وتکرہ استقلا لانہ فی العرف صار شعار الذکر الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ولذلک کرہ ان یقال محمد عزوجل و ان کان عزیزاً و جلیلاً۔ [9]

یعنی غیر انبیاء پر تبعاً صلاۃ جائز ہے اور بالاستقلال مکروہ اس لئے کہ عرف میں یہ ذکر رسول اللہ ﷺ کا شعار ہے اور اسی لئے محمد عزوجل کہنا مکروہ ہے اگرچہ آپ برگزیدہ ہیں۔

(۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ: لَا تَصِحُّ الصَّلَاةُ عَلَى أَحَدٍ إِلَّا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [10]

یعنی حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے سوا بالاستقلال صلاۃ جائز نہیں یہ صرف آپ ﷺ کے لئے مختص ہے۔



---

[8] (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب صلاة الإمام ودعائه لصاحب الصدقة، جلد۹،صفحہ۹۵،دار احیاء التراث العربی، بیروت)

[9] (تفسیرِ بیضاوی،سورۃ الاحزاب،الآیات ۶۱ الی ۶۲، جلد۴، صفحہ ۲۳۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

[10] (تفسیر ابنِ کثیر، پارہ ۶،سورۃ الاحزاب، آیت ۵۶،جلد ۶،صفحہ ۴۲۳، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

(٦) عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ قَالَ كَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ رَحِمَةُ اللّٰه:أما بعد فإن ناسا مِنَ النَّاسِ قَدِ الْتَمَسُوا الدُّنْيَا بِعَمَلِ الْآخِرَةِ، وَإِنَّ نَاسًا مِنَ الْقُصَّاصِ قَدْ أَحْدَثُوا فِي الصَّلَاةِ عَلَى خُلَفَائِهِمْ وَأُمَرَائِهِمْ عَدْلَ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا جَائَكَ كِتَابِي هَذَا فَمُرْهُمْ أَنْ تَكُونَ صَلَاتُهُمْ عَلَى النَّبِيِّينَ وَدُعَاؤُهُمْ لِلْمُسْلِمِينَ عَامَّةً وَيَدْعُوا مَا سِوَى ذَلِكَ [11]

یعنی حضرت جعفر بن برقان کہتے ہیں عمر بن عبدالعزیز نے اپنے حاکموں کولکھا۔امابعد کچھ لوگوں نے دنیا کے عمل پر اطلاق صلاۃ کی طرح اپنے خلفاءاورامراء پراطلاق صلوٰۃ کی نئ بات گھڑ لی ہے۔جب تجھے میرا یہ خط پہنچے تو اُنہیں حکم کرنا کہ ان کی صلاۃ صرف انبیاء کے لئے ہواور عامہ مسلمین کے لئے صلاۃ کے ماسواجو دعا چاہیں کریں۔

**فائدہ**: حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ صاف اور غیر مبہم الفاظ میں ارشادفرماتے ہیں صلاۃ صرف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے ہو۔باقی دعائیں عام مسلمانوں کے لئے جو چاہیں کریں۔اسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ کا طریقہ جیسے چلا آرہا تھا وہ صحیح تھا لیکن لوگ شیعوں کو خوش کرنے کے لئے نئی حرکتیں کرتے ہیں تو دکھ ہوتا ہے کہ یہ لوگ اسلاف کے دامن کو چھوڑ بیٹھے ہیں حالانکہ خیر و برکت اسلاف وصالحین کی پیروی میں ہے۔عربی مقولہ مشہور ہے

"البر كة مع اكابر كم"

(٧)ابن کثیر نے ایک اور مقام پر لکھا، وَقَدْ غَلَبَ هَذَا فِي عِبَارَةِ كَثِيرٍ مِنَ النُّسَّاخِ لِلْكُتُبِ أن ينفرد عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِأَنْ يُقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ دُونِ سَائِرِ الصَّحَابَةِ أَوْ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ، وَهَذَا وَإِنْ كَانَ مَعْنَاهُ صَحِيحًا، لكن يَنْبَغِي أن يسوي بَيْنَ الصَّحَابَةِ فِي ذَلِكَ (تفسیر ابنِ کثیر) [12]

ناقلین کتب کی نقل کردہ عبارتوں میں اکثر یہ پایا جاتا ہے کہ باقی صحابہ کے سوا صرف مولا علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ علیہ السلام یا کرم اللہ وجہہ لکھا ہوتا ہے۔یہ اپنے معنیٰ کی رو سے اگرچہ صحیح ہے مگر مناسب یہ ہے کہ تمام صحابہ کرام کے درمیان اس اطلاق میں برابری کی جائے۔

غیر انبیاء پر سلام کا اطلاق جائز وروا ہے۔اسے مولا علی شیر خدا ہی کے لئے نہیں بلکہ سب صحابہ کرام کے لئے استعمال کیا جائے۔

---

[11] (تفسیر ابنِ کثیر، پارہ۲۲،سورۃ الاحزاب،آیت ۵۶،جلد۶،صفحہ۴۲۳،دارالکتب العلمیۃ،بیروت)

[12] (تفسیر ابنِ کثیر، پارہ۲۲،سورۃ الاحزاب،آیت ۵۶،جلد۶،صفحہ۴۲۳-۴۲۲،دارالکتب العلمیۃ،بیروت)

(۸)تفسیر روح المعانی، الجز العشرون میں ہے، والسلام على غير الأنبياء عليهم السلام إذا لم يكن استقلالا مما لا خلاف في جوازه، ولعل المنصف لا يرتاب في جوازه على عباد الله تعالى المؤمنين مطلقا [۱۳]

یعنی انبیاء علیہم السلام کے غیر پر سلام کا اطلاق جب کہ بالاستقلال نہ ہو بلکہ بالتبع ہو تو اس کے جواز میں کسی کو اختلاف نہیں اور شاید کوئی بھی منصف خدا تعالیٰ کے تمام مؤمن بندوں پر اطلاقِ سلام کے مطلقاً جواز میں یعنی خواہ بالاستقلال ہو یا بالتبع شک نہیں کرے گا۔

**فائدہ:** صاحب روح المعانی علامہ آلوسی صاف اور صریح الفاظ میں فرما رہے ہیں کہ اہل انصاف کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے تمام مؤمن بندوں پر سلام کا اطلاق مطلقاً جائز ہے جب کہ شیعوں کا شعار کارفرما نہ ہو۔

(۹)تفسیر کبیر میں ہے، وَرَأَيْتُ بَعْضَهُمْ قَالَ: أَلَيْسَ أَنَّ الرَّجُلَ إِذَا قَالَ سَلَامٌ عَلَيْهِمْ يُقَالُ لَهُ وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ؟ فَدَلَّ هَذَا عَلَى أَنَّ ذِكْرَ هَذَا اللَّفْظِ جَائِزٌ فِي حَقِّ جُمْهُورِ الْمُسْلِمِينَ، فَكَيْفَ يَمْتَنِعُ ذِكْرُهُ فِي حَقِّ آلِ بَيْتِ الرَّسُولِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ؟ [۱۴]

یعنی میں نے بعض علماء کو یہ کہتے دیکھا کہ کیا یوں نہیں کہ جب کوئی کسی کو کہتا ہے۔سلام علیکم تو اس کو جواب میں وعلیکم کہا جاتا ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سلام کا اطلاق جمہور مسلمین کے حق میں جائز ہے۔پس آل بیت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں اس کا ذکر کس طرح ممتنع ہوسکتا ہے؟

**فائدہ:** اس قسم کی عبارات ان لوگوں کے لئے ہیں کہ اہل بیت کے لئے سلام کا انکار کریں ورنہ یہی امام رازی اور صاحب روح المعانی غیر الانبیاء والملائکہ کی بالاستقلال عدم جواز کے قائل ہیں۔

(۱۰)اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ، جلد۱، صفحہ۴۳۴ میں ہے، ومتعارف در متقدمین تسلیم بود براهل بيت رسول ازوزيت وازواج مطهره ودر كتب قديمه از مشائخ اهل سنت وجماعت كتابت آن يافته مے شود ودرمتاخرين ترک آن متعارف شده است۔ [۱۵]

---

[۱۳] (تفسیر روح المعانی للآلوسی، سورۃ النمل، الآیات ۵۶ الی ۶۸، جلد۱۰، صفحہ۲۱۴، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

[۱۴] (تفسیر الکبیر للرازی، سورۃ التوبۃ، الآیات ۱۰۲ الی ۱۰۳، جلد۱۶، صفحہ۲۱۴، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

[۱۵] (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ، کتاب الصلوۃ باب الصلوۃ علی النبی وفضلها، جلد۱، صفحہ۴۳۴، مطبوعہ منشی نول کشور)

یعنی متقدمین میں اہل بیت رسول یعنی ذریت وازواجِ مطہرات پر سلام کہنا متعارف تھا اور مشائخ اہل سنت کی پرانی کتابوں میں اس کی کتابت پائی جاتی ہے اور متاخرین میں اس کا ترک متعارف ہے۔ و اللہ اعلم

**فائدہ:** متقدمین میں بھی اس وقت علماء جب یہ عمل شیعہ کا شعار نہ تھا اور وہ بھی بلا تخصیص جب یہ شیعہ کا شعار ہوگیا تو متاخرین نے بھی ترک کردیا اب وہی قابل عمل ہوگا جو متاخرین میں ہو مثلاً رسول اکرم ﷺ کے والدین کے ایمان وکفر میں متقدمین کا اختلاف رہا ہے اور متاخرین اس پر اتفاق کرتے ہیں اور اسی پر عمل ہے۔

**شعارِ شیعہ رافضہ:** مقدمہ میں فقیر نے عرض کیا ہے کہ شیعہ رافضہ کا عقیدہ ہے کہ ائمہ اثنا عشرہ حضور ﷺ کے سوا تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں اور اسی عقیدہ پر انہیں ائمہ اثنا عشرہ و اہل بیت کے افراد کو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ صلوٰۃ میں شامل کیا اور یہ اطلاق اتنا بڑھا کہ ان کا شعار ہوگیا۔ چند تصریحات ملاحظہ ہوں

(۱) فی الخلاصة ایضاً ان فی الاجناس من ابی حنیفة لا یصلی علی غیر الانبیاء و الملائکة و من صلی علی غیر هما علی وجه التبعیة فهو غال من الشیعة التی نسمیها الروافض۔

(شرح فقہ اکبر، صفحہ ۲۰۴) [۱۶]

یعنی خلاصہ میں اجناس سے ہے کہ امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ انبیاء وملائکہ کے سوا کسی پر صلوٰۃ نہیں کہی جاتی اور ان کے غیر پر بالاستقلال وہ لوگ صلوۃ کہتے ہیں جو غالی شیعہ ہیں جنہیں ہم روافض کہتے ہیں۔

**فائدہ:** اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ شعارِ روافض اطلاقِ صلاۃ علیٰ غیر الانبیاء ہے تو جو بد مذہبوں کا شعار ہو اُسے چھوڑ دینا ضروری ہے۔

(۲) کبیری شرح منیہ، صفحہ ۳ پر ہے، و الصلاة علیهم تبعاله علیه السلام مشروعة بل مندوبة و اما استقلا لا فتکره الا علی الانبیاء و الملائکة علی ذلك اجماع السلف خلافا للروافض۔ [۱۷]

یعنی حضور ﷺ کی آل پر صلاۃ آپ کی تبعیت میں جائز بلکہ مستحب ہے ہاں انبیاء و ملائکہ کے ماسوا سب پر بالااستقلال مکروہ ہے اسی پر اسلاف کا اجماع ہے۔ ہاں رافضیوں کو اس میں اختلاف ہے۔

---

[۱۶] (شرح الفقه الاکبر، باب لا یصلی علی غیر الانبیاء والملائکة، صفحہ ۲۰۲، المجع الحنفی)

[۱۷] (غنیة المستملی شرح منیة المصلی (حلبی کبیر)، صفحہ ۳، مطبوعہ عارف افندی)

(۳) ابنِ کثیر میں ہے، لِأَنَّ الصَّلَاةَ عَلَى غَيْرِ الْأَنْبِيَاءِ قَدْ صَارَتْ مِنْ شِعَارِ أَهْلِ الْأَهْوَاءِ [۱۸]
یعنی اس لئے کہ غیرانبیاء پر صلاۃ کا بالاستقلال اطلاق اہل ہوا یعنی روافض کا شعار ہو گیا ہے۔

(۴) أنها إن كانت على سبيل التبع كقولك: صلى الله على النبي و آله، فلا كلام فيها. وأما إذا أفرد غيره من أهل البيت بالصلاة كما يفرد هو، فمكروه، لأن ذلك صار شعارا لذكر رسول الله صلى الله عليه وسلم، ولأنه يؤدي إلى الاتهام بالرفض [۱۹]
یعنی صلاۃ اگر بالتبع ہو جیسے ﷺ تو اس میں کوئی کلام نہیں ہاں اگر اہل بیت میں سے کسی پر حضور کی طرح بالاستقلال اطلاق صلاۃ ہو تو مکروہ ہے اس لئے کہ صلاۃ نبی ﷺ کے ذکر کا شعار ہو چکی ہے اور اس لئے کہ اس کا اطلاق رافضیت کے اتہام کا سبب ہوتا ہے۔

(۵) تفسیر مدارک، جزو ثالث میں ہے، وان صلى على غيره على سبيل التبع كقوله صلى الله على النبي و آله فلا كلام فيه وأما اذا افرد غيره من أهل البيت بالصلاة فمكروه وهو من شعائر الروافض۔ [۲۰]
یعنی اور اگر کسی نے حضور کے غیر پر بالتبع صلاۃ کہی جیسے صلی اللہ علی النبی والہ تو اس کے جواز میں کلام نہیں۔ ہاں حضور کے اہل بیت میں سے اگر کسی پر بالاستقلال کہی گئی تو مکروہ ہوگی کیونکہ یہ شعارِ روافض سے ہے۔
ان نقول سے ہر ذی فہم پر روزِ روشن کی طرح ظاہر ہو گیا کہ یہ شعارِ روافض ہے۔ جب یہ شعارِ روافض ہے تو پھر اس کا ترک ضروری ہے۔

**بحث السلام:** اصل اختلاف السلام علٰی غیر الملائکہ والانبیاء علٰی نبینا علیہم الصلوٰۃ والسلام میں ہے۔ ہم اس ہیئت کو مکروہ کہتے ہیں وہ بھی تنزیہ جو انبیاء وملائکہ علیہم السلام کے لئے ہے مثلاً حضور علیہ السلام اور جبریل علیہ السلام کی طرح علی علیہ السلام، امام حسین علیہ السلام وغیرہ ورنہ دوسری ہیئات تو مروّج ہیں اس میں کسی کو اختلاف نہیں۔ وہ اس

---

[۱۸] (تفسیر ابنِ کثیر، پارہ ۲۲، سورۃ الاحزاب، آیت ۵۶، جلد ۶، صفحہ ۴۲۲، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

[۱۹] (الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، پارہ ۲۲، سورۃ الاحزاب، آیت ۵۶، جلد ۳، صفحہ ۵۵۸، دارالکتب العربی، بیروت)
(فتوح الغیب فی الکشف عن قناع الریب، پارہ ۲۲، سورۃ الاحزاب، آیت ۵۶، جلد ۱۲، صفحہ ۴۷۶)

[۲۰] (مدارك التنزيل للنسفی، پارہ ۲۲، سورۃ الاحزاب، آیت ۵۶، جلد ۳، صفحہ ۴۴، دارالکلم الطیب، بیروت)

لئے کہ جب ثابت ہوا کہ صلاۃ کا اطلاق غیر انبیاء وملائکہ علیہم السلام پر ناجائز ومکروہ ہے اور یہ اطلاقِ صلاۃ کی وجہ تخصیص اطلاقاتِ شرع ہیں لغت نہیں بلکہ اس میں تعمیم ہے۔صلاۃ وسلام ہر دو لغوی طور پر عموم استعمال میں ایک جیسے ہیں یعنی لغت میں جس طرح صلوۃ غیر انبیاء وملائکہ علیہم السلام کے لئے مستعمل ہے ایسے ہی قرآن مجید میں مؤمنوں پر اطلاقِ اسلام جہاں واجب تعالیٰ سے فرشتوں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہے وہاں دیگر مؤمنین سے بھی ثابت ہے چنانچہ چند نمونے قرآن وحدیث کے ملاحظہ ہوں۔

(۱)سَلٰمٌ قف قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ○

**ترجمہ**:ان پر سلام ہوگا مہربان رب کا فرمایا ہوا۔(پارہ۲۳،سورۃ یٰس،ایت ۵۸)

**فائدہ**:اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطلاقِ سلام ہے۔

(۲)وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ○ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ○

(پارہ۱۳،سورۃ الرعد،ایت ۲۳،۲۴)

**ترجمہ**: اورفرشتے ہر دروازے سے ان پر یہ کہتے آئیں گے۔سلامتی ہو تم پر تمہارے صبر کا بدلہ تو پچھلا گھر کیا ہی خوب ملا۔

**فائدہ**:یہاں فرشتوں کی جانب سے اطلاقِ سلام ہے۔

(۳)وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ (پارہ۷،سورۃ الانعام،ایت ۵۴)

**ترجمہ**:اور جب تمہارے حضور وہ حاضر ہوں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو ان سے فرماؤ تم پر سلام۔

**فائدہ**:یہاں اس آیۂ کریمہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اطلاقِ سلام ہے۔

(۴)يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا

(پارہ۱۸،سورۃ النور،ایت ۲۷)

**ترجمہ**: اے ایمان والو اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک اجازت نہ لے لو اور ان کے ساکنوں پر سلام نہ کرلو۔

**فائدہ**:اس آیۂ کریمہ میں بعض مؤمنوں کا دوسرے بعض پر سلام کہنا ثابت ہوا۔

(۵)وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا (پارہ۵،سورۃ النساء،ایت ۹۴)

**ترجمہ**: اور جو تمہیں سلام کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں۔

**فائدہ**: اس آیۂ کریمہ سے بھی بعض مؤمنوں کا دوسرے بعض پر سلام کہنا ثابت ہوا۔اس آیت کا شانِ نزول اس طرح سے ہے۔

عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: {وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتُ مُؤْمِنًا} قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: كَانَ رَجُلٌ فِي غُنَيْمَةٍ لَهُ، فَلَحِقَهُ الْمُسْلِمُونَ، فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ. فَقَتَلُوهُ وَأَخَذُوا غُنَيْمَتَهُ [فَأَنْزَلَ اللَّهُ ذَلِكَ الخ [21]

یعنی عطاء حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں، وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓی اِلَیْکُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا عطاء نے کہا ابن عباس نے فرمایا ایک آدمی اپنے کمائے ہوئے مال میں تھا اسے مسلمان جا ملے۔اس نے کہا السلام علیکم اُنہوں نے اسے قتل کر ڈالا اور اس کا مال لے لیا۔اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی۔

چنانچہ تفاسیر میں ہے کہ رسول اکرم،نورِ مجسم ﷺ نے ایک فوج کو ایک قوم پر جہاد کے لئے بھیجا۔اُس قوم میں ایک شخص مسلمان تھا جو اپنا مال واسباب اور مویشی ان سے نکال کر علیحدہ کھڑا ہو گیا تھا۔اُس نے مسلمانوں کو دیکھ کر السلام علیکم کہا مسلمانوں نے یہ سمجھا کہ یہ بھی کافر ہے اور اپنی جان اور مال بچانے کی غرض سے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا ہے اس لئے اُس کو مار ڈالا اور اُس کے مویشی اور اسباب سب لے لئے اُس پر یہ آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں کو تنبیہ اور تاکید فرمائی گئی کہ جب تم جہاد کے لئے سفر کرو تو تحقیق سے کام لو بے سوچے سمجھے کام مت کرو جو تمہارے سامنے اسلام ظاہر کرے اُس کے مسلمان ہونے کا ہرگز انکار مت کرو اللہ کے پاس بہت کچھ غنیمتیں ہیں ایسے حقیر سامان پر نظر نہ کرنی چاہیے۔

**انتباہ اُویسی غفرلہٗ**: اس سے ثابت ہوا کہ اجتہادِ صحابہ حق ہے اس میں اگر خطا ہو جائے تو ان پر گرفت نہیں۔اسی سے ہم کہتے ہیں کہ مشاجراتِ صحابہ میں یہی اجتہاد کارفرما تھا جیسے سیدنا علی المرتضیٰ وسیدہ عائشہ وامیر معاویہ رضی اللہ عنہم کی جنگیں اجتہاد کی وجہ سے تھیں۔اجتہاد میں صواب پر حضرت علی تھے اور خطا دوسروں سے ہوئی تو وہ قابل گرفت نہیں جیسے یہاں۔

(۷) وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا (پارہ۵،سورۃ النساء،ایت۸۶)

**ترجمہ**: اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو یا وہی کہہ دو۔

---

[21] (تفسیر ابنِ کثیر، پارہ۴، سورۃ النساء، آیت۹۴، جلد۲، صفحہ۳۳۸، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

**فائدہ**:اس آیۂ کریمہ سے بھی ایک دوسرے پر سلام کہنا ثابت ہوتا ہے۔

تفسیر اِبنِ جریر میں ہے، عن السدی "وَ اِذَا حُيِّيْتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا"

يقول: اذا سلم عليك أحد فقل أنت: "وعليك السلام ورحمة الله" أوتقطع الى

"السلام عليك" كما قال لك۔ [۲۲]

یعنی سدی سے مروی ہے وَاِذَا حُيِّيْتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا سدی کہتے ہیں جب کوئی تجھے سلام کرے تو تو کہہ انت السلام ورحمۃ اللہ کہہ یا تو بھی صرف السلام علیک ہی کہہ جیسے کہ اس نے تجھے کہا۔

**فـــائـدہ**: ان تمام آیات واحادیث سے ثابت ہوا کہ لغۃً سلام میں تعمیم ہے وہ نبی وغیر نبی سب کے لئے مستعمل ہوتا ہے جس طرح ان کی حیاتِ ظاہری میں یہ لفظ اپنے اطلاق کے رو سے عام ہے اسی طرح بعد الوصال بھی۔کیونکہ وصال جس طرح صلاۃ کی تخصیص کے منافی نہیں اسی طرح کوئی وجہ نہیں کہ اسے سلام کی تعمیم کے منافی خیال کیا جائے۔جس طرح زندہ لوگوں کو السلام علیکم کہا جاتا ہے مُردوں کو السلام علیکم کہا جاتا ہے۔

چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں ہے، كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُهُمْ إِذَا خَرَجُوا إِلَى الْمَقَابِرِ: [السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَلَاحِقُونَ نَسْأَلُ اللَّهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ] [۲۳]

یعنی حضرت بریدہ سے مروی ہے کہ صحابہ جب گورستان کو جانے لگتے تو حضور ﷺ انہیں تعلیم فرماتے کہ وہاں جا کے کہنا اے شہرِ خموشاں کے مؤمنو! مسلمانو! تم پر سلام ہو ہم ان شاءاللہ تم سے ملنے والے ہیں خدا سے اپنے اور تمہارے لئے عافیت چاہتے ہیں۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سولی پر لٹکی ہوئی لاش کے قریب کھڑے ہو کر کہا "السَّلَامُ عَلَيْكَ أَبَا خُبَيْبٍ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَبَا خُبَيْبٍ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَبَا خُبَيْبٍ" (مشکوٰۃ شریف) [۲۴]

---

[۲۲] (تفسیر الطبری، پارہ۴، سورۃ النساء، آیت ۸۶، جلد۸، صفحہ ۵۸۶، مؤسسۃ الرسالۃ)

[۲۳] (مشکاۃ المصابیح، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور، الفصل الأول، جلد۱، صفحہ ۵۵۲، حدیث ۱۷۶۴، المکتب الاسلامی-بیروت)

[۲۴] (مشکاۃ المصابیح، کتاب المناقب، الفصل الثالث، جلد۳، صفحہ ۱۶۹۱، حدیث ۶۰۰۳، المکتب الاسلامی-بیروت)

**فائدہ:** یہ اطلاقات لغۃً عام ہیں اور اس کے جواز میں کسی کو اختلاف نہیں اختلاف اسی صورت میں ہے جو کہ انبیاء وملائکہ علیہم السلام سے خاص ہیں۔ وہ اطلاق چونکہ شیعہ کا شعار ہے اسی لئے جیسے ہمارے اسلاف نے شیعہ کے شعار سے بچنے کے لئے صلوٰۃ کا اطلاق غیر انبیاء وملائکہ علیہم السلام ناجائز کہا بعینہٖ وہی شعار سلام میں بھی ہے اسی لئے جیسے صلوۃ کا اطلاق مکروہ ہے سلام کا بھی مکروہ ہے۔

**خلاصہ تحقیق حق:** بعض لوگ لفظ صلوٰۃ علیٰ غیر انبیاء وملائکہ علیہم السلام کے اطلاقِ شرعی کو منع فرماتے ہیں لیکن سلام کو جائز کہتے ہیں حالانکہ نہ صرف صاحب روح البیان اور صاحب روح المعانی بلکہ شفاء شریف ودیگر بے شمار اسلاف صالحین رحمہم اللہ نے تصریح فرمائی ہے کہ صلوۃ وسلام من حیث الاطلاق ایک ہیں اور جو علت صلوۃ کی ممانعت میں ہے وہی علت سلام کی ممانعت میں ہے۔ اب ہمارے خبطی محقق کی سنئے

**افسوس بر محقق:** ہمارے دور کے محقق صاحب روح البیان کو حقارت کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں یہ ان کی نااہلی کی دلیل ہے ورنہ صاحب روح البیان کی تائید دیگر اسلاف نہ بھی کرتے صرف صاحب روح البیان بھی لکھتے تب بھی محقق جیسے محققین کی تحقیق سے اُن کی تحقیق ہزاروں درجہ بلند وبالا ہے (ہاں یہ تحقیر منکرین کمالاتِ انبیاء واولیاء علیہ السلام کرتے تو انہیں معذور سمجھا جاتا اس لئے کہ تفسیر روح البیان ہے ہی کمالات انبیاء واولیاء کا مجموعہ) تفصیل دیکھئے فقیر کی تصنیف ''الفیضان علیٰ روح البیان''

**الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے:** محقق صاحب الٹا اسلاف مع اخلاف کو ڈانٹ رہے ہیں کہ یہ قیاس کررہے ہیں اور ترجیح بلا مرجح کا ارتکاب کررہے ہیں چنانچہ پمفلٹ، صفحہ ۱۵،۱۶ پر لکھا کسی ایک کو ترجیح دینا صرف دلائل وبراہین ہی کی روشنی میں ہوسکتا ہے اور قاعدہ ہے کہ جب کسی مسئلہ کو کوئی ابتداء استنباط کرتا ہے تو بسا اوقات مسئلہ کے کئی پہلو اس کے پیش نظر نہیں ہوتے مگر وہ ایک رائے قائم کرلیتا ہے۔ اسی طرح کوئی دوسرا شخص بھی جسے ابتداء استنباط کرنا پڑا ایک رائے قائم کرلیتا ہے خواہ تمام پہلو اس کے پیش نظر ہوں یا نہ ہوں مگر متاخرین جن کے سامنے مسئلہ کے تمام پہلو، متعدد نقول اور ان کی وجوہ ہوتی ہیں۔ وہ ان نقول ودلائل کی روشنی میں کسی ایک رائے کو قائم کرنے میں جس قدر نفس الامریت کو اپنا سکتے ہیں ابتداء استنباط کرنے والوں میں سے خال خال ہی کسی کو اس مقام پر پہنچنا نصیب ہوتا ہے۔ عارفِ ربانی امام عبدالوہاب شعرانی تنبیہ المغترین، صفحہ ۳ پر فرماتے ہیں،

واذا کان المؤلف اول مستنبط کما ذکرناہ احتاج کلامہ الی من یتعقبہ ویستدرک علیہ ضرورۃ

كمااستدرك العلماء من المتاخرين على من سبقهم بخلاف من كان مؤلفه مجموعاً من نقول المتاخرين فان كلامه لايحتاج الى التعقب الا فى النادر وذلك لانه يرى تنكيت العلماء على بعضهم فيأخذ العبارة السالمة من التنكيت۔ ۲۵؎

یعنی جب کوئی منصف پہلے پہل استنباط کرنے والا ہو جیسے ہم نے ذکر کیا ہے ضرور اس کا کلام ایسے لوگوں کا محتاج ہوتا ہے جو اس کا تعقب اور اس پر گرفت کریں جیسے متاخرین نے متقدمین پر گرفت کے بخلاف اس کے جس کی تالیف نقول متاخرین کا مجموعہ ہو اس کا کلام بہت کم تعقب کا محتاج ہوتا ہے۔اس کا سبب یہ ہے کہ وہ علماء کی بعض پر تنقید دیکھ لیتا ہے تو وہ عبارت کو اختیار کرتا ہے جو اعتراض سے سالم ہو۔

یہ تقریر لکھ کر محقق صاحب فرماتے ہیں کہ میں اپنے معزز اہل افتاء کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں کہ بہتر ہوتا جو آپ لوگ یک طرفہ ڈگری دینے سے قبل مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر غور فرمالیتے اور نقولِ اسلاف اور ان کے دلائل کی روشنی میں قلم اُٹھاتے، مانا کہ صاحب روح البیان نے سلام کو صلاۃ کے حکم میں لکھ دیا ہے مگر مفتیانِ گرامی قدر کو بھی غور سے کام لینا چاہیے تھا کہ ان صاحب کا قول عقل و نقل کی روشنی میں کہاں تک صحیح ہے۔

**تبصرۂ اُویسی:** محقق صاحب روح البیان پر تو برس رہے ہیں لیکن جناب بھی مجتہد نہ بنیں مثلاً آپ نے فرمایا کہ مسلمان دورانِ ملاقات ایک دوسرے کو السلام علیکم و علیکم السلام کہتے ہیں یا نہیں؟ کہتے ہیں اور ضرور کہتے ہیں مگر الصلوۃ علیکم و علیکم الصلوۃ نہیں کہتے بلکہ اسے تو ناجائز مکروہ تصور کرتے ہیں۔جب یہ حال ہے تو پھر یہ کہنا کہ سلام صلاۃ کے حکم میں ہے کیسے درست ہوسکتا ہے۔کہنے والا صاحب روح البیان ہو یا مصنف مفاتیح الجنان۔

**انتباہ اُویسی غفرلہٗ:** محقق صاحب اپنی تردید خود فرماتے چلے جارہے ہیں مثلاً پہلے فرمایا کہ ترجیح دلائل سے ہو یا بلا دلیل کسی کو ترجیح نہ ہو اور یہ کام عام نہیں لیکن یہی کام خود کرلیا کہ صاحب روح البیان بلکہ اکثر اسلاف صالحین رحمہم اللہ صلوۃ وسلام کا ایک حکم مانتے ہیں آپ نے اسے ٹھکرا کر اپنا قیاس شروع کردیا کہ صلوۃ وسلام علیحدہ علیحدہ فرد ہیں اسی عقلی مثال سے واضح فرمایا اس پر اسلاف صالحین میں سے کسی کا قول نقل نہیں فرمایا کہ صلوٰۃ وسلام علیحدہ علیحدہ افراد ہیں۔قارئین غور فرمائیں ایک طرف محقق صاحب کی تحقیق (جو شیعوں کو خوش کرنے پر مبنی ہے) دوسری طرف اسلاف صالحین ہیں جن میں صرف صاحبِ روح البیان رحمۃ اللہ علیہ ا کیلئے بھی محقق صاحب جیسے

---

۲۵؎ (تنبیہ المغترین للشعرانی، صفحہ ۳، المکتبۃ العراقیۃ للکتب الاسلامیۃ)

لاکھوں پر بھاری ہیں۔اسلاف کے خلاف کر رہے ہیں اس پر محقق صاحب پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔

لیکن ہماری بات ایسے حضرات سنتے کب ہیں اب تو رونا آتا ہے کہ جسے بھی دو چار کتابیں لکھنے کا موقعہ ملتا ہے اوراس کے پاس دینوی سرمایہ بھی ہے تو پھر متکبرانہ انداز میں کہتا ہے کہ فلاں فلاں امام اور بزرگ نے یہ فرمایا لیکن میں یہ کہتا ہوں وغیرہ وغیرہ۔اس پر غور نہیں کرتا کہ اس ''میں میں'' سے عزازیل مارا گیا لیکن ٹیڈی مجتہدین کو اس طریق پر بڑا ناز ہے۔



**سوالات**: جب اطلاقِ سلام کی تعیم آیاتِ قرآنیہ واحادیث پاک سے ثابت ہے ادھر یہ قاعدہ کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے اور مانعین کے پاس ممانعت کی کوئی دلیل نہیں قرآن وحدیث تو دور کی بات ہے کسی صحابی کا قول تک نہیں؟

**جواب۱**: جواز کے لئے محقق صاحب کے ہاں کون سی دلیل قرآن وحدیث ہے بلکہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ تو دور کی بات ہے کسی مجتہد کا قول بھی نہیں محقق صاحب کا اپنا قیاس ہے اور وہ بھی مع الفارق۔

**جواب۲**: ہمارے نزدیک وہی دلیل کافی ہے جو اسلاف صالحین کی تصریحات کہ سلام وصلاۃ کا ایک حکم ہے تو جس طرح کے دلائل صلاۃ کے اطلاق سے تشبہ بالروافض سے بچنا ہے ایسے ہی سلام علی غیر انبیاء وملائکہ علیہم السلام میں بھی بچنا ضروری ہے۔

**انتباہ**: چونکہ ہمارا زیادہ زوراسی پر ہے کہ سلام علی غیر انبیاء وملائکہ علیہم السلام بالخصوص حضرت علی وحضرت حسین وحضرت فاطمہ ودیگر ائمہ اثناعشرہ پر بالاستقلال سلام کہنا لکھنا شیعوں کا شعار ہے اسی لئے اس سے بچنا ضروری ہے ہمارے محقق صاحب اس قاعدہ کو توڑنا چاہتے ہیں چنانچہ ملاحظہ ہو



**شعارِ شیعہ سے تشبیہ کا جواب از محقق صاحب**: اسلاف صالحین رحمہم اللہ نے صلوۃ کی طرح سلام کو بھی شعارِ شیعہ کہا ہے۔ہمارے محقق صاحب نے اس کا جواب دیا کہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اہل بیت پر علیہ السلام کا اطلاق شیعہ لوگ بھی کرتے ہیں اگر ہم نے کیا تو ان سے مشابہت پائی جائے گی لہٰذا ہمارے لئے اس لفظ کا اطلاق روا نہیں۔تو میں عرض کروں گا کہ پھر یہ درس وتدریس کا سلسلہ بھی ختم کر دیجئے کیونکہ بددینوں سے مشابہت پائی گئی،پاجامے پہننا چھوڑ دیں کیونکہ غیر مسلموں سے مشابہت پائی گئی،ریل گاڑی اور ہوائی

جہاز پر سفر چھوڑ دیجئے کیونکہ انگریز سے مشابہت پائی، حقہ کو بھاڑ میں جھونکئے کیونکہ ہندوؤں سے مشابہت پائی، سرے سے روٹی ہی کھانا چھوڑ دیجئے کیونکہ بے دینوں سے مشابہت پائی گئی بلکہ زندگی سے بھی بیزار ہو جائیے کیونکہ غیر مسلموں سے مشابہت پائی گئی۔ خدا کی توحید سے بھی ہاتھ صاف کرنے پڑیں گے کیونکہ دوسری قومیں بھی اس کی قائل ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت تک بات پہنچے گی مگر آپ ایسا کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوں گے۔ جب یہاں تیار نہیں تو اطلاقِ اسلام علیٰ غیر الانبیاء کو تشبہ بالروافض کی آڑ میں ناجائز و مکروہ کہنے کی جرأت کیوں کی۔ اے گرامی قدر حضرات! کسی کافر سے مشابہت امورِ مذمومہ میں مذموم ہے نہ کہ محمودہ میں۔ پھر امورِ محمودہ میں کافر سے مشابہت اگر من حیث ہو کافر ہو تو ناجائز اور اگر من حیث ہو عاقل یا ماہر وغیرہ ہو تو جائز۔ حضور فرماتے ہیں،

اَلْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْحَكِيمِ فَحَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا (مشکوٰۃ) [27]

یعنی دانائی کی بات دانا آدمی کی گم شدہ چیز ہے تو وہ اسے جہاں پالے اس کی اتباع کا زیادہ حقدار ہے۔

اگر کسی دانائی کی بات پر کوئی غیر مسلم عمل پیرا ہے تو ہمارا بھی اس پر عمل پیرا ہو جانا صرف اس کے دانائی کی چیز ہونے کے سبب ہوگا نہ کہ غیر مسلموں سے مشابہت کے سبب اس امر پر عمل پیرا ہونا اس نیت سے ہوگا کہ وہ ہماری اپنی چیز ہے اور حضور کے فرمان کے مطابق ہم اس پر عمل پیرا ہونے کے زیادہ مستحق ہیں۔ موطا امام مالک مع مصفی ومسوی جلد ثانی صفحہ ۲۸ پر ہے، عَنْ جُدَامَةَ بِنْتِ وَهْبٍ الْأَسَدِيَّةِ، أَنَّهَا أَخْبَرَتْهَا أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: [لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَنْهَى عَنِ الْغِيلَةِ حَتَّى ذَكَرْتُ أَنَّ الرُّومَ وَفَارِسَ يَصْنَعُونَ ذَلِكَ فَلَا يَضُرُّ أَوْلَادَهُمْ] قَالَ مَالِكٌ: [وَالْغِيلَةُ أَنْ يَمَسَّ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ وَهِيَ تُرْضِعُ] [28]

یعنی جدامہ بنت وہب اسدیہ سے مروی ہے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ میں نے مردوں کو غیلہ کرنے سے منع کرنے کا ارادہ کیا حتی کہ مجھے یاد آیا کہ اہل روم و فارس اسے کرتے ہیں مگر ان کی اولاد کو نقصان نہیں پہنچاتا (پس اس ارادہ کو ترک کیا) امام مالک کہتے ہیں غیلہ یہ ہے کہ مرد اپنی دودھ پلانے والی بیوی سے جماع کرے۔

کیا آپ لوگ یہاں بھی تشبہ باہل فارس و روم کا ڈھنڈورا پیٹ کر غیلہ کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیں گے؟ ہرگز نہیں۔ کیا غیلہ کو تشبہ بالکفار کی نیت سے روا رکھا گیا؟ ہرگز نہیں بلکہ یہ حکمت کی بات ہونے کے سبب مؤمن کی

---

[27] (مشكاة المصابيح، كتاب العلم، الفصل الثاني، جلد۱، صفحہ۷۵، حديث ۲۱۶، المكتب الاسلامي- بيروت)

[28] (موطا امام مالك، كتاب الرضاء، باب جامع ماجاء في الرضاعة، جلد۲، صفحہ۶۰۷، حديث ۱۶، داراحياء التراث العربي- بيروت)

چیز تھی اس لئے اس پر عمل کیا گیا۔ دیکھئے! کتنی ہی غیر مسلم اقوام کے پاجامہ استعمال کرنے کے باوجود حضور ﷺ نے اسے پسند فرمایا بلکہ بعض محدثین نے تو حضور ﷺ کے بنفس نفیس پاجامہ پہننے کے اثبات پر بھی زور دیا ہے تو کیا اس پر بھی تشبہ بالکفار کے سبب ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا جائے گا؟ ہرگز نہیں کیونکہ یہاں مشابہت کفار کا قصد نہیں بلکہ یہ ایک مفید اور عمدہ چیز تھی جسے پسند کرنا ''اَلْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ'' [29] کے رو سے تھا۔ جب ان چیزوں کو باوجود مشابہت کے ناجائز نہیں کہا جاتا تو کوئی وجہ نہیں کہ سلام علیٰ غیر الانبیاء کو ناجائز کہنے کے لئے تشبہ بالروافض کی آڑ لی جائے۔ اے گرامی قدر حضرات! جب اطلاق سلام علیٰ غیر الانبیاء شرعاً بھی کوئی امر مذموم نہیں اور ہماری نیت بھی تشبہ بالروافض کی نہیں بلکہ اتباع حق ہے باقی رہا ہمارا اور ان کا اس اطلاق میں متفق ہو جانا یہ ایک امر اتفاقی ہے جس میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ حضور ﷺ کے فرمان ''مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ'' [30] میں تَشَبَّهَ سے مراد مشابہت ارادیہ ہے نہ کہ اتفاقیہ۔ پس حدیث کی رو سے مشابہت ارادیہ ممنوع ٹھہری نہ کہ مشابہت اتفاقیہ اور ''فِيْمَا نَحْنُ فِيْهِ؟'' میں صرف مشابہت اتفاقیہ ہی پائی گئی ہے۔

نبراس صفحہ ۴۵۴ پر صاحبِ نبراس عصمت انبیاء کے بارے میں قاضی عیاض کا مسلک نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

**نتیجہ از محقق:** جب یہ حال ہے تو پھر کس طرح اطلاق سلام علیٰ غیر الانبیاء کو تشبہ بالروافض کی آڑ میں ناجائز و مکروہ کہا جا سکتا ہے۔ نیز اس پر بھی کوئی دلیل نہیں کہ پہلے پہل اطلاق سلام علیٰ غیر الانبیاء روافض ہی نے کیا بلکہ ہم تو آیاتِ قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے غیر انبیاء پر اس کے جواز کا ثبوت پیش کر چکے ہیں اور نزولِ قرآن و حدیث کے وقت تو کسی رافضی کا وجود ہی نہ تھا۔ معلوم ہوا کہ غیر انبیاء پر اطلاق سلام ہمارے مذہب میں پہلے سے موجود ہے۔ اب اگر بعد میں روافض نے شروع کر دیا تو اس کا یہ نتیجہ نہیں ہونا چاہیے کہ ہم اپنے اس جائز و مشروع اطلاق کو ناجائز و ناروا کہنا شروع کر دیں بلکہ اسے اپنے مذہب کی خوبی و عمدگی کی دلیل کہنا چاہیے۔ کیونکہ کسی قوم کے مذہبی مسائل پر اگر دیگر اقوام کے اہلِ خرد بھی عمل شروع کر دیں تو یہ اس مذہب کی حقانیت و مقبولیت کی روشن دلیل ہوتی ہے۔ دوسروں کے عمل پیرا ہونے سے کوئی قوم اپنے مسلک کو ترک نہیں کر سکتی ورنہ تو اس کے مذہب کا ناس

[29] (سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب الحکمۃ، جلد۲، صفحہ۱۳۹۵، حدیث ۴۱۶۹، دار احیاء الکتب العربیۃ)

(سنن الترمذی، ابواب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ، جلد۴، صفحہ۳۴۸، حدیث ۲۶۸۷، دار الغرب الاسلامی-بیروت)

[30] (سنن أبی داود، کتاب اللباس، باب فی لبس الشھرۃ، جلد۴، صفحہ۴۴، حدیث ۴۰۳۱، المکتبۃ العصریۃ، صیدا-بیروت)

ہوجائے گا۔ ہمارا اسلام ایک فطرتی مذہب ہے۔ غور وخوص کے بعد ہر ذی عقل اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ اس کے مسائل فطرت کے مطابق ہیں۔ اب اگر بعض دیگر اقوام کسی مسئلہ میں ہماری نقل کرنے لگیں تو اس سے ہم اپنا مسلک نہیں چھوڑ سکتے۔ دیکھئے! ہم اپنے بدن کے بلند وبرتر اور اشرف واعلیٰ حصہ کو اپنے منعم حقیقی کی بارگاہ بے نیاز میں جھکاتے ہیں۔ یہ فعل ہر ذی خرد کی نظروں میں بہت ہی عمدہ ہے اب اگر بعض غیر مسلم اقوام بھی اسی طرح سجدہ ریزیاں کرنے لگیں تو اس سے کوئی بھی فرزند اسلام مشابہت اغیار کی بچر لگا کر اپنے خالق ومالک کے سامنے جھکنے کو ناجائز ومکروہ کہنے کی جرأت نہیں کرے گا بلکہ اسے اپنے مسلک کی عمدگی کی دلیل شمار کرے گا۔ اسی طرح روافض کے اطلاق سلام علیٰ غیر الانبیاء کو جائز کہنے سے ہمیں اپنا مسلک نہیں ترک کرنا چاہیے بلکہ ان کے اس رویہ کو اپنے مذہب کی عمدگی کی دلیل شمار کرنا چاہیے۔ غرض یہ کہ بعض امور ایسے ہیں جن کا ارتکاب عندالشرع ہمارے لئے ہر حال میں ناجائز ہے یعنی ان کے کرتے وقت خواہ کسی سے مشابہت کی نیت ہو یا نہ ہو اور بعض ایسے امور ہیں کہ بقصد مشابہت اغیار ان کا ارتکاب ناجائز ورنہ جائز سینہ کوبی کرنا شرعاً ناجائز ہے خواہ وہاں مشابہت اغیار کی نیت ہو یا نہ ہو بہر صورت ناجائز ہی ہے۔ صلاۃ کا اطلاق تقریباً تمام اسلاف کے نزدیک انبیاء سے خاص ہے نیز آیاتِ قرآنیہ کی روش بھی اسی پر دال ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ پس غیر انبیاء پر علیہ الصلاۃ یا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اطلاق ناجائز ہے خواہ مشابہت روافض کی نیت ہو یا نہ ہو مگر سلام انبیاء کے ساتھ مختص نہیں بلکہ اسے تو جمیع مؤمنین کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے پس اس کا اطلاق غیر انبیاء پر جائز وروا ہے ہاں اگر مشابہت روافض کی نیت سے کیا گیا تو پھر ناجائز ومکروہ ہوگا۔

**جـــــــواب**: یہ لمبی تقریر اپنا رد خود ہے اس لئے کہ جب علیہ السلام ایک مخصوص کلمہ انبیاء وملائکہ کے لئے اور وہ شیعوں نے ائمہ اثنا عشرہ کے لئے ایک غلط عقیدہ بنا کر روا رکھا ہے تو اب ہماری نیت ہو یا نہ ہو تب بھی تشبہ ثابت ہوگا۔ نیز محقق صاحب کا سلام کے لئے مثالوں سے مسئلہ ثابت کرنا صحیح ہے تو پھر صلوٰۃ کے جواز کے لئے بھی یہی مثالیں دی جاسکتی ہیں جب صلوٰۃ کا اطلاق ناجائز ہے تو سلام کا جواز مثالوں سے ثابت نہیں کیوں نہ ثابت ہو سکے گا۔

**محقق صاحب کی تقریر سوالا ت کی طرز پر:** محقق صاحب نے کہا ہے کہ تشبہ تب ہو جب یہ اطلاق ان سے پہلے نہ ہوا ہو۔

**جواب اُویسی غفرلہٗ**: تشابہ ہوتا ہی مشبہ بہ کے وجود سے ہے کہ یہ قاعدہ ہی غلط ہے کہ تشبہ سے پہلے فعل کا وجود نہ ہو۔ ہم ایک نہیں بیشمار مثالیں دکھا سکتے ہیں کہ شئے کا وجود پہلے ہوتا ہے لیکن کراہت کا قول ہوگا جب مشبہ بہ کا

وجود پایا جائے گا مثلاً بحق فلاں فلاں کا وجود پہلے تھا جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے لیکن اس کی کراہت معتزلہ کے غلط عقیدہ کو تقویت پہنچانے کے خطرے سے فقہاء نے اس کا اطلاق مکروہ بتایا اس کی مختصر تحقیق آئے گی۔

**سوال**: محقق نے کہا کہ ہم نے مسئلہ قرآن واحادیث سے لکھ دیا ہے؟

**جواب اُویسی غفرلہٗ**: قرآن واحادیث کے اطلاقات لغوی لحاظ سے ہیں اس کا کون منکر ہے۔اس کی تفصیل گزر چکی

**سوال**: محقق صاحب نے تشابہ کو یوں اُڑایا ہے کہ یہ اطلاق غیر انبیاء والملائکہ اَہلِ سنت کا طریقہ قدیم سے چلا آرہا ہے تو شیعہ نے اگر اسے لے لیا تو پھر بھی ہمارے مذہب کی تائید ہوگی؟

**جواب اُویسی غفرلہٗ**: پہلے سے اس کا اطلاق صرف اہل سنت تک محدود نہ تھا اگر تھا تو عام صرف اسے حضرت علی وحضرت حسن وحسین اور حضرت فاطمہ رضی اللّٰہ عنہم تک محدود کرنا شعارِ شیعہ ہے اور وہ اپنے غلط عقیدہ کو مضبوط کرنے کے لئے کرتے ہیں اور یہ ان کا شعار (علامت) بن چکا ہے اس لئے اسلاف کو اس سے احتراز ضروری ہے۔

**اسلاف سے انحراف**: محقق صاحب نے اسلاف کے عدم اطلاق کے رد میں یوں کیا کہ (۱) یا تو وہ قلت فہم کا نتیجہ ہے (۲) یا اس کا سبب قلت تامل تفحص ہے (۳) یا وہ صورت جس میں تشبہ کی نیت ہو (۴) بعض نے ایک مخصوص اصطلاح بنالی تھی۔

ان لوگوں کا غیر انبیاء پر اطلاق سلام نہ کرنا عدم جواز کی بناء پر نہ تھا بلکہ اپنی مخصوص اصطلاح کی وجہ سے تھا۔اب کوئی بھی یہ حق نہیں رکھتا کہ دوسروں پر کسی کی اصطلاح کو لازم ٹھہرائے اور اصطلاح کی مخالف اصطلاحوں کو ناجائز کہے کیونکہ مشہور قاعدہ ہے ''لامناقشة فی الاصطلاح''



**تبصرہ اُویسی غفرلہٗ**: چھوٹا منہ بڑی بات والی مثال ہمارے محقق کے لئے ثابت ہورہی ہے کہ (۱) قلت فہم (۲) قلت تامل وتفحص کا طعنہ اسلاف کے لئے اخلاف کو لائق نہیں۔اس طعن کا معاملہ فقیر عوام وخواص اہل سنت پر چھوڑتا ہے وہ اسلاف جن کی زندگی دین کے ہر مسئلہ کی چھان بین میں گزری ان پر قلت تامل وتفحص کا وہ لوگ طعنہ دیں جنہیں دین کی سمجھ بہ نسبت اسلاف کے عشر عشیر بھی نصیب نہیں۔

بہرحال اس سے یہ تو واضح ہوا کہ اسلاف صالحین کا مذہب اطلاق علیہ السلام علٰی انبیاء وملائکہ کراہت ہے۔خواہ

وہ بہ نیت تشبہ ہو یا نہ ہو لیکن دورِ حاضرہ میں تو اور زیادہ ضروری ہے کہ عوام شیعہ کے دامِ تزویر میں بہت آسانی سے پھنس جاتے ہیں۔

تجربہ شاہد ہے کہ ہمارے مشائخ کے درمیان ہر دور میں ایک خاص طرزِ تحریر رواج پکڑتا چلا آیا ہے۔ اگر ایک دور میں ایک انداز ہے تو دوسرے دور میں دوسرا اسلوب۔ مگر دورِ متقدم میں رائج ہونے والی چیز کا دورِ متاخرین میں ترک کبھی اس کے عدمِ جواز کی بناء پر ہوا کرتا ہے کبھی دیگر اور اسباب کی بناء پر بھی ہوا کرتا ہے۔ اسی طرح متقدمین نے بعض وجوہات سے اہلِ بیت اطہار پر سلام کا اطلاق کیا اور متاخرین نے اسے ترک کر دیا اور متاخرین نے ترک اطلاق سلام اس لئے کیا کہ صرف اہل بیت پر اطلاق سلام کے رواج سے کہیں کسی کو باقی صحابہ پر اس اطلاق کے ہونے سے عدمِ جواز کا شبہ نہ ہو جائے جس کی بناء پر ہمارے بعض اسلاف نے اہل بیت اطہار پر اطلاقِ سلام ترک کیا اور سب کے لئے رضی اللہ عنہ لکھنا بولنا شروع کر دیا اور یہی انسب ہے کہ اس میں صحابۂ کرام و اہل بیت عظام کے درمیان امتیاز ختم ہو جاتا ہے اس کے برعکس اہل بیت کے لئے علیہ السلام اور صحابہ کرام کے لئے رضی اللہ عنہ سے صاف اور واضح ہوگا کہ ایسا کرنے والا شیعہ ہے یا اس کا ہمنوا۔ اس تہمت سے بچنے کے لئے اہلِ سنت پر لازم ہے کہ وہ اہل بیت کے لئے بجائے علیہ السلام کے رضی اللہ عنہ کا استعمال کرے تا کہ سنیت کے بجائے شیعیت کا نام سر نہ ہو جائے۔

**سوال:** نہ صرف جملہ صحابہ پر اطلاقِ علیہ السلام جائز ہے بلکہ تمام اہل اسلام پر جائز ہے صرف مناسبت کی وجہ سے بعض افرادِ اہلِ بیت سے خاص ہے۔ بعض مثلاً کرم اللہ وجہہ اگرچہ حضرت ابوبکر کے لئے بھی لکھ سکتے ہیں لیکن حضرت علی سے اس لئے خاص ہوگیا کہ خوارج آپ کے نام کے بعد ''سود اللہ وجھہ'' کہتے ان کے رد میں کرم اللہ وجہہ کہا جانے لگا۔ اس لحاظ سے آپ کے ساتھ خاص ہوگیا اسی طرح علیہ السلام اہلِ بیت سے مخصوص ہوگیا بوجہ قربِ رسول ﷺ اور بوجہ فضائل مثلاً ان پر قباڈ النایعنی چادر مبارک میں اپنے ساتھ ملا کر ''اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ أَھْلُ بَیْتِیْ''[31] فرمایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا ''عَلِيٌّ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ''[32] اور ایک دوسری حدیث میں

---

[31] (مسند امام احمد بن حنبل، مسند الشامیین، حدیث واثلۃ بن الاسقع، جلد ۲۸، صفحہ ۱۹۵، حدیث ۱۶۹۸۸، مؤسسۃ الرسالۃ)

[32] (مسند ابن ابی شیبۃ، ما رواہ حبشی بن جنادۃ رضی اللہ عنہ، جلد ۲، صفحہ ۳۴۲، حدیث ۸۴۴، دارالوطن-الریاض)

فرمایا"مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاہُ" ۳۳ نیز فرمایا "أَنْتَ مِنِّی بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسَیٰ اِلَّاأَنَّهُ لَانَبِيَّ بَعْدِيْ" ۳۴ جب شیرِ خدا کو حضور سے اس قدر قرب ہے تو پھر آپ کے لئے سلامتی ہی سلامتی کیوں نہ ہو۔سیدۃ النساء کے بارے میں فرمایا"فَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِنِّيْ" ۳۵ حضور سے اتنا قرب ہوتے ہوئے آپ کے لئے کیوں نہ سلامتی ہی سلامتی ہو۔نیز فرمایا" أَنَّ فَاطِمَةَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ "۳٦ حضرت خیرالنساء کو دارالسلام کی عورتوں کی سیدہ فرمایا۔حسنین کریمین کے بارے میں ارشاد فرمایا "سَيِّدَ اشَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ" ۳۷ ہر دو شہزادوں کو دارالسلام کے نوجوانوں کا سردار فرمایا۔یہ وجوہ ہیں جن کے سبب یہ اطلاق ان حضرات سے خاص ہوا۔

**جواب**: کہاں خاص ہوا۔کتبِ اسلام میں مثلاً اُصولِ شاشی کی عبارت و السلام علیٰ ابی حنیفة میں تو حضرت امام ابوحنیفہ پر بھی یہ اطلاق موجود ہے۔

**سوال**: اختصاص سے ہماری مراد باعتبار اکثر استعمال ہے۔اِبنِ کثیر فرماتے ہیں ہم نے کئی کتابوں میں دیکھا کہ صرف مولا علی شیرِ خدا کے نام کے ساتھ علیہ السلام یا کرم اللہ وجہہ لکھا ہوتا ہے مگر چاہیے یہ کہ باقی صحابۂ کرام کے ناموں کے ساتھ بھی لکھا جائے۔اس میں شک نہیں کہ ان ہر دو لفظوں کا اطلاق باقی صحابہ بلکہ جمہور مسلمین کے لئے بھی جائز و درست ہے مگر عرف میں بعض مناسبتوں سے یہ دونوں لفظ مولا علی مشکل کشا سے مختص ہوئے۔لہٰذا استعمال

---

۳۳ (مسند امام احمد بن حنبل،مسند الخلفاء الراشدین، حدیث علی بن أبی طالب رضی اللّٰه عنه ،جلد۲،صفحہ۷۱، حدیث ٦۴۱،مؤسسۃ الرسالۃ)

۳۴ (مسند امام احمد بن حنبل، مسند المکثرین من الصحابۃ مسند أبی سعید الخدری رضی اللّٰه عنه ،جلد۱۷،صفحہ۳۷۳، حدیث۱۱۲۷۲،مؤسسۃ الرسالۃ)

۳۵ (مسند امام احمد بن حنبل،مسند المدنیین، حدیث عبد اللّٰه بن الزبیر بن العوام ،جلد۲٦،صفحہ۴٦،حدیث۱٦۱۲۳، مؤسسۃ الرسالۃ)

۳٦ (المستدرك علی الصحیحین للحاکم،کتاب معرفة الصحابة رضی اللّٰه عنهم،ذکر فاطمة بنت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم، جلد۳صفحہ۱٦۴،رقم الحدیث ۴۷۲۱،دارالکتب العلمیۃ بیروت)

۳۷ (مسند امام احمد بن حنبل،مسند المکثرین من الصحابۃ مسند أبی سعید الخدری رضی اللّٰه عنه ،جلد۱۸،صفحہ۱٦۱، حدیث۱۱٦۱۸،مؤسسۃ الرسالۃ) الفاظ تھوڑے مختلف ہیں۔

میں ان لفظوں کو ان کے ساتھ خاص رکھنے میں کوئی قباحت نہیں۔جس طرح لفظ صدیق اکبر استعمال میں خلیفہ اول امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے خاص ہوگیا حالانکہ مولا علی علیہ السلام کو بھی صدیق اکبر کہہ سکتے ہیں اسی طرح لفظ کرم اللہ وجہہ اور علیہ السلام مولا علی شیر خدا سے خاص ہوگئے حالانکہ باقی صحابۂ کرام کے لئے بھی کہہ سکتے ہیں۔

**جواب مع تبصرۂ اُویسی**: پرنالہ تو وہاں رہا جہاں تھا۔وجہ تخصیص تبھی ترجیح بلا مرجح ہے اس لئے کہ اگر فضائل وکمالات کی وجہ سے سیدنا علی وسیدنا حسن وسیدنا حسین وسیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہم پر علیہ السلام کا اطلاق صحیح ہے تو دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے بھی ان کے مخصوص فضائل کی وجہ سے جواز ثابت ہوتا ہے بلکہ بقول محقق صاحب تمام صحابہ کے لئے بلاشک وشبہ جائز ہے تو پھر اہل بیت سے تشابہ شیعہ کی وجہ سے مانع ہوگئی کہ ان پر اطلاقِ علیہ السلام سے شیعہ مشابہت ہوتی ہے فلہٰذا اس مشابہت کی وجہ سے ترک اولیٰ ہے۔

**آخری سوال**: محقق صاحب نے اپنے دعویٰ میں ۱۴۱ بزرگوں کی تصانیف کے اسمائے گنائے جن میں اسمائے اہل بیت کرام پر علیہ السلام کا اطلاق کیا گیا ہے۔اس کے بعد آخر میں خود سوال لکھ کر جواب دیا کہ کتابت کی غلطی بھی نہیں بلکہ ان حضرات نے عمداً ایسے کیا ہے۔

**جواب۱**: دورِ حاضر میں سب کو معلوم ہے کہ اکثر کتابوں میں صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے ( ﷺ )،علیہ السلام کے بجائے ( ؑ )رضی اللہ عنہ کے بجائے ( ؓ )اور رحمۃ اللہ تعالیٰ کے بجائے (رح) کا مرض عام ہے۔اس میں بعض تو واقعی ایسے لکھنے کے قائل ہیں لیکن اکثر میرے جیسے نہ صرف روکنے والوں میں سے ہیں بلکہ جو ایسے لکھے اُسے ”محروم القسمة“ کہتے ہیں اس کے باوجود ہماری تصانیف میں بھی یہ حرکت کاتبوں سے سرزد ہوجاتی ہے تو اس سے کوئی بندۂ خدا استدلال کرے کہ چونکہ اُویسی کی تصانیف میں (صہ،عہ،رضہ،رح) لکھا ہوا ملتا ہے فلہٰذا ایسا لکھنا جائز ہے۔ بعینہٖ یہی بات اہل بیت کرام پر علیہ السلام کے لکھنے کی ہے کہ ان میں اکثریت تو کاتبین کی عادت کو دخل ہے۔کچھ کاتبین شیعہ بھی ہوتے ہیں اور سنی کاتب ہوتے ہیں تو بعض جاہل بھی ہوتے ہیں پھر جب رواج پڑ گیا تو مسئلہ کی حقیقت سے کسی قسم کا تعلق نہیں رہتا۔فلہٰذا اس طرز سے استدلال محقق کو لائق نہیں سطحی طور اس طرح کی دلیل بنا سکتے ہیں۔

**جواب۲**: فقیر نے پہلے عرض کیا ہے کہ بعض علمائے کرام کسی مسئلہ میں قائل ہوں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہی

سب کا مذہب ہے۔ممکن ہے اس طرز میں وہی بعض حضرات ہوں جو اہلِ بیت کرام کے اسماء گرامی پر علیہ السلام لکھ دیتے ہوں پھر عام روش پر سب کاتبین لکھتے چلے گئے۔

**جواب ۳:** قدیم دور میں بعض علماء نے جواز کا فتویٰ دیا ہو لیکن اس وقت جب بات واضح نہ ہوئی ہو کہ شیعہ اہل بیت کرام کو سوائے حضور اکرم ﷺ کے تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل مانتے ہیں اسی لئے وہ اہلِ بیت پر علیہ السلام لکھتے پڑھتے ہیں اسی لئے بعد کو ان حضرات نے بھی ترک کر دیا۔

**آخر اور فیصلہ کن بحث:** اسلامی قاعدہ ہے کہ بدمذہب قوم کے ساتھ کسی طرح بھی تشابہ نہ ہو ان سے تشابہ کے تمام طور طریقے ترک کرنے چاہئیں پھر اگر کوئی اس تشبیہ کو قصداً و ارادۃً عمل میں لاتا ہے تو حرام ہے ورنہ مکروہ تنزیہی ہے۔

جس فعل وقول سے بدمذاہب کو تقویہ پہنچتی ہو تو وہ فعل وقول ترک کر دینا چاہیے مثلاً پنڈلی پر شلوار، چادر کا ہونا سنت ہے لیکن چونکہ یہ خوارج کا مذہب ہے اور اس سے ان کے مذہب کو تقویہ پہنچتی تھی کہ عوام کو دھوکہ ہوتا کہ شاید یہ بھی خارجی ہے اسی لئے علماء نے موٹی پنڈلی سے چادر و شلوار پنڈلی سے ذرا نیچے باندھنے کا حکم فرمایا۔ یونہی سر اور مونچھیں مونڈنا یعنی استرہ پھیرنا وغیرہ جائز تو تھا لیکن یہ خوارج کا شعار ہو گیا اسی لئے علماء نے خوارج سے تشابہ کی وجہ سے بچنے کا حکم فرمایا یعنی سر مونڈنا اور مونچھیں چٹ صفا کرنے سے روک دیا گیا۔ یونہی سیاہ لباس جائز تو ہے لیکن اس سے شیعہ وروافض سے تشابہ ہوتا ہے اسی لئے روکا گیا ہے بالخصوص ماہ محرم میں بلکہ علمائے کرام بدمذاہب کے خلاف عمل کو جبکہ ان کا زور ہو ان کے خلاف عمل کو زیادہ ثواب سمجھتے تھے مثلاً حوض سے وضو کرنا معتزلہ کے نزدیک ناجائز تھا اس پر علمائے اہل سنت نے ان کے رد میں حوض سے وضو کی تاکید کی یونہی موزوں کا مسح وغیرہ وغیرہ۔ یونہی شیعہ و خوارج ومعتزلہ کے رد میں ایسے متعدد امور ہیں۔



**جہادِ اسلاف:** بلکہ ہمارے اسلاف رحمہم اللہ بدمذہبی اور کفر وارتداد کو معمولی سی بھی رعایت دینے کو تیار نہیں ہوتے تھے مثلاً پاکستان بننے سے پہلے جب بعض مسلمانوں نے ہندوؤں سے اشتراک کر رکھا تھا تو بعض مولویوں نے ہندوؤں کی رعایت میں فتویٰ دے دیا کہ عید قربان پر گائے نہ ذبح کی جائے جبکہ شریعت میں اجازت ہے کہ اس موقع پر اونٹ، بکری، دنبہ یا بھیڑ ذبح کیا جائے تو اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کا قلم بے قرار ہو گیا اس مسئلہ پر ایک مستقل رسالہ لکھ دیا کہ اس طرح سے شریعت اور اسلام کی توہین ہے کہ دشمنانِ اسلام کو خوش

کرنے کے لئے اسلام کے شعار کو کمزور کیا جائے۔اس رسالہ کا نام ''انفس الفکر'' اس طرح کے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے جہاد کی تفصیل کے لئے دیکھئے فقیر کا رسالہ ''اعلیٰ حضرت کا قلمی جہاد''

**مولانا یعقوب مرحوم:** مولانا محمد یعقوب مرحوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تو کمال کر دیا کفار کو نیچا دکھانے کے لئے اُسی عید قربان میں گائے کو جلوس کی شکل میں کھلے میدان میں ذبح کیا اور فرمایا ہم نے کفر کے سامنے شعارِ اسلام کو نیچا نہیں ہونے دیں گے۔ہم سر تو دے سکتے ہیں لیکن اسلام پر دھبہ نہیں آنے دیں گے۔تفصیل دیکھئے فقیر کی تصنیف ''تذکرہ علماء ومشائخ اہل سنت'' میں۔

**شیعہ مذہب:** حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اہل بیت کے اسماء گرامی کے ساتھ علیہ الصلوٰۃ والسلام یا علیہ السلام کہنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ یہ عمل روافض اور شیعہ کا ہے۔صدرِ اول میں اس کا وجود نہیں تھا جب سے شیعہ فرقہ وجود میں آیا اس نے عوام اہل سنت کو اپنے مذہب میں داخل کرنے کے کئی طریقے گھڑے منجملہ ان کے اصطلاحاتِ خاص بہ نبوت اپنے ائمہ پر استعمال کرنے لگے تاکہ عام استعمالات نبوت برائے ائمہ سے ثابت کر سکیں کہ ائمہ بھی انبیاء ہیں بلکہ ان سے بھی بڑھ کر۔تو اسی طرح سے وہ عوام سنیوں کو دامِ تزویر میں پھنساتے ہیں اسی لئے اہل سنت کو اپنے عوام کو ان کے دامِ تزویر سے بچانا ضروری ہے کہ وہ ان کی اصطلاح (علیہ السلام) وغیرہ کا ترک کریں کیونکہ یہ ہمارے اسلاف کا قدیم سے طریقہ چلا آرہا ہے کہ عوام کو بدمذاہب سے بچنے کی ایک تدبیر یہی کرتے ہیں کہ انہیں ان کی اصطلاح سے دور رکھتے ہیں مثلاً تفسیر عزیزی میں از سورۂ بقرہ آیت وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ إِلَى حِيْنٍ ﴿**ترجمہ**: اور تمہیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور برتنا ہے۔(پارہ ۱، سورۃ البقرۃ، ایت ۳۶)﴾ کے بیان میں لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے برائے طلب مغفرت یہ الفاظ فرمائے ''أَسْأَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ إِلَّا غَفَرْتَ لِيْ'' اور پھر لکھا ہے کہ فقہائے کرام نے بحق فلان کہہ کر دعا کرنے کو مکروہ لکھا ہے۔اس کے بعد آپ نے فرمایا مکروہ قرار دینے کی وجہ بیان کی ہے کہ معتزلہ کے مذہب میں بندہ کا عمل بندہ کی پیداوار ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے عمل کا اجر مقرر کیا ہے یہ اجر بندہ کا حق ہے ایسا حق جو کہ حقیقی ہے اور اہل سنت کے نزدیک کیا بندہ اور کیا اس کا عمل سب اللہ کی مخلوق ہے۔اللہ نے اگر اس کے عمل پر اجر دینے کو کہا ہے تو یہ اس کا کرم ہے اور اس کی بندہ پروری ہے اور یہ حق تفضلی اور تکرمی ہے۔

فقہائے کرام کے زمانہ میں معتزلہ کا مذہب بہت رائج تھا اس لئے فقہاء نے اس لفظ کے استعمال سے منع کیا تاکہ عوام اور کم علم افراد اعتزال کا شکار نہ ہوں اور چونکہ اب معتزلہ کا مذہب پارہ ہائے اوراق تک محدود ہو کر رہ گیا ہے لہٰذا اس لفظ کے استعمال میں جو ممانعت داخل ہوئی تھی وہ اب باقی نہیں رہی ہے بحق فلان کہہ کر دعا کرنا جائز ہے۔

**انتباہ**: ہندو پاکستان میں اہلِ سنت جس تیزی اور آسانی سے شیعوں میں شامل ہورہے ہیں اس کی وجہ ظاہر ہے کہ سنی بھولا بھالا ہے اسے شیعہ مذہب میں لانے کی کئی تدبیریں بتاتے ہیں۔ایک یہی ہے سنی کو کہتے ہیں کہ بارہ اماموں کے اسمائے گرامی کے ساتھ امام کا لفظ بمنزلہ جز و اسم ہے اور پھر ان کے لئے دعائیہ جملہ علیہ السلام تجویز کررکھا ہے جو کسی دوسرے امتی کے لئے استعمال نہیں ہوتا ہے بلکہ کہہ نہیں سکتا۔ابوبکر علیہ السلام،عمر علیہ السلام،عثمان علیہ السلام بلکہ ان حضرات کے ساتھ رضی اللہ عنہ کا استعمال ہوتا ہے۔عوام الناس یہ سب کچھ دیکھتے ہیں اور اگر وہ خود اس طرف متوجہ نہیں ہوتے تو جماعت مجتہدین ان کو متوجہ کرتی ہے اور ان کو یہ دکھاتی اور سمجھاتی ہے کہ یہ دعائیہ جملہ جو حضراتِ انبیاء علیہم السلام کے مبارک ناموں کے ساتھ بھی بولا جاتا ہے ہمارے ائمہ کے ناموں کے ساتھ بھی بولا جاتا ہے۔اسی سے ظاہر و باہر ہے کہ یہ بارہ افراد زمرۂ انبیاء میں شامل ہیں اور ان کی امامت معمولی امامت نہیں بلکہ حضراتِ انبیاء ماسبق کی امامت ہے۔

**فائدہ**: اگر بعض علماء کی تحقیق برائے غیر انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام یا علیہ الصلاۃ یا علیہ السلام کہنے کو جائز قرار دیتی ہے اور ان کے قول پر کوئی عمل کرتا ہے تو وہ پہلے ان دو حضرات کے ساتھ اس کا استعمال کرے جو اہلِ سنت کے نزدیک شیعانِ اہلِ بیت اطہار کے بارہ اماموں سے باتفاق افضل ہیں اور وہ حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔مجوزین نے اگر جواز کا بیان کیا ہے تو تمام صحابہ،علماء وصلحاء کے لئے کیا ہے صرف اہلِ بیت اطہار کے بارہ افراد کے لئے نہیں کیا ہے۔

ان حالات کو دیکھتے ہوئے حضراتِ اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے ذکر کے وقت لفظ امام کا استعمال اور علیہ السلام کی دعا کرنے کو ترک کیا جائے تا کہ شیعہ عوام اہل سنت کو گمراہ نہ کرسکیں۔

## ﴿سنی کو شیعہ بنانے کے طریقے﴾

(ا) **اَھلِ بیت سے محبت**: اہلِ بیت اطہار کی محبت ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے بلکہ اس کے لئے ان پاکیزہ نفوس کی محبت سرمایۂ سعادت ہے لیکن یہ نہ ہونا چاہیے کہ "حُبُّكَ الشَّیْءَ یُعْمِیْ وَیُصِمُّ" [۳۸] صادق آجائے اور ہم غلط راہ پر پڑ جائیں اور حفظ مراتب کی قید سے اپنے آپ کو آزاد کرلیں۔ہر نیک کام کو دوستی کے پیرانہ میں بگاڑنے کے لئے شیاطین مقرر ہیں۔نماز میں آنے والا شیطان "خنزب" ہے،وضو میں وساوس پیدا کرنے والا "ولھان" ہے،اہلِ بیت کی محبت میں غلو کرانے والا بھی کوئی شیطان ہے جو راہِ حق اور ائمہ دین کے مسلک سے ہم کو ہٹانے کی کوشش کرتا ہے۔

---

[۳۸] (مسند امام احمد بن حنبل،تمۃ مسند الانصار،حدیث أبی الدرداء ،جلد۳۶،صفحہ۲۴،حدیث۲۱۶۹۴،مؤسسۃ الرسالۃ)

(مسند ابن ابی شیبۃ،ما رواہ ابو الدرداء رضی اللہ عنہ ،جلد۱،صفحہ۵۷،حدیث۴۹،دارالوطن-الریاض)

**فائدہ:** اس حربہ سے شیعوں نے بیشمار بڑے سمجھدار اہل علم سنیوں کو شیعہ بنایا۔

(۲)**کربلا کی جنگ:** اسے کفر و اسلام کی جنگ کا ایسا تصور دیا کہ عوام اس جنگ کو اسلام کی دوسری جنگوں کو خاطر میں نہیں لاتے حالانکہ اس سے بڑھ کر سانحۂ عثمان رضی اللہ عنہ ہے اور آپ ہی مظلوم ترین شہید ہیں لیکن سنی مسلمان اس سانحہ کو سمجھنا تو درکنار کبھی بھولے سے مجلسِ عثمان رضی اللہ عنہ نہیں منعقد کی اور نہ ہی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے واقعات کو یاد رکھا۔ بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سانحہ کو تو اللہ تعالیٰ نے اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓـــؤُا الْمُبِیْنُ ﴿**ترجمہ:** بیشک یہ روشن جانچ تھی۔(پارہ۲۳،سورۃ الصافات،ایت۱۰۶)﴾ سے تعبیر فرمایا ہے لیکن مسلمان کبھی سانحۂ ابراہیم علیہ السلام پر نہیں چونکا حالانکہ یہ ''ابوالانبیاء'' کا واقعہ ہے اور نہایت ہی سنگین۔ ادھر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے واقعات اکثر جھوٹے اور افسانے منگھڑت ایسے یاد ہیں جیسے حافظ قرآن کو سورۂ فاتحہ۔

(۳)**شہادتِ حسین رضی اللّٰہ عنہ:** اس سے خصوصی لگاؤ کہ ماہِ محرم کے پہلے دس دن کا کیسا اہتمام کیا ہے لیکن کبھی رمضان شریف کے اہتمام میں روزہ اور تراویح نصیب نہیں ہوتی۔ ہاں جیسے حضرت امام حسین شہید ہیں یونہی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بھی شہید و حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شہید ہیں ان کا ماتم وغیرہ اور سالانہ ان کی شہادت کا اہتمام نہیں تو کیوں؟

(۴)**مذمت امیر معاویہ رضی اللّٰہ عنہ:** ان کی مذمت اور بدگوئی، اہلِ علم کہتے ہیں کہ سنی کو شیعہ بنانے کے لئے شیعوں کے پاس یہ بڑا ہتھیار ہے۔

(۵)**وہ اصطلاحات جو انبیاء علیهم السلام کی هیں:** وہی اہلِ بیت (یعنی حضرت علی و حضرت حسن و حضرت حسین و حضرت فاطمہ اور دیگر ائمہ کرام) پر استعمال کرنا وغیرہ وغیرہ۔ منجملہ ان کے یہی ''اصطلاح علیہ السلام'' ہے۔ اس لئے علمائے اہل سنت نے عوام کو آگاہ فرمایا ہے کہ یہ اصطلاح یعنی علیہ السلام انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے علاوہ کسی دوسری شخصیت پر استعمال نہ کی جائے۔

فقط والسلام

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

بہاول پور، پاکستان

۲ شعبان المعظم ۱۴۱۸ھ